عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY
KHATM-E-NUBUWWAT
KARACHI PAKISTAN

جلد: ۴۳ | ۲۱ تا ۲۷ رمضان المبارک ۱۴۴۵ھ مطابق یکم تا ۷ اپریل ۲۰۲۴ء | شمارہ: ۱۳

امیرالمؤمنین
سیدنا علی کرم اللہ وجہہ

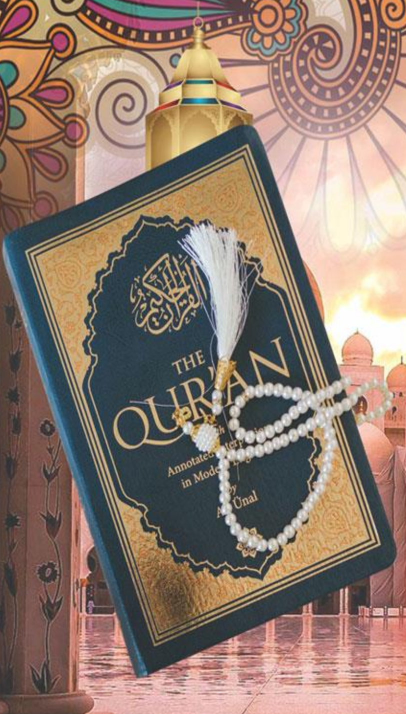

لیلۃ القدر اور نزولِ قرآن

دوروزے

جمعۃ الوداع
قضائے عمری

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.info
http://www.khatm-e-nubuwwat.com
Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
Email: editorkn@yahoo.com

زکوٰۃ کی رقم مستحق شخص کو دیں

س:....آج کل بہت سے ادارے لوگوں نے قائم کئے ہوئے ہیں جو رفاہی کام کرتے ہیں۔ یہ ادارے لوگوں سے زکوٰۃ، خیرات وصدقات اور چندے وصول کرتے ہیں، پھر اس رقم کے ذریعے وہ اپنے ادارے کے سارے اخراجات پورے کرتے ہیں اور مستحق افراد پر بھی خرچ کرتے ہیں، مثلاً اجتماعی کھانا کھلانا، روزہ افطار کرانا، سحری کرانا، راشن تقسیم کرنا، مریضوں کو دوا اور علاج وغیرہ کرادینا۔ اس طرح کے دیگر کام وغیرہ ان اداروں کے بانی بعض مسلم ہیں تو بعض غیر مسلم اور بعض ایسے بھی ہیں جو اپنے آپ کو مسلم کہتے ہیں مگر ان کے عقائد ونظریات گمراہ کن ہیں یا باطل اور غلط ہیں اور وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم مذہبی تناظر اور فرقہ وارانہ نظریات وخیالات اور احساسات سے بالاتر ہوکر ہر طرح کے عوام کی خدمت کرتے ہیں، چاہے وہ کسی بھی فرقہ کا ہو مسلم ہو یا غیر مسلم ہو، ہم تو بس انسانیت کی خدمت کرتے ہیں۔ سب لوگ ان کے اس خوشنما دعویٰ سے متاثر ہوکر ان کے ساتھ دل کھول کر تعاون کرتے ہیں۔ کیا ایسے اداروں کے ساتھ تعاون کرنا جائز ہے، جو حلال وحرام، جائز و ناجائز رقوم اور پیسہ کا خیال نہیں کرتے، اسی طرح زکوٰۃ، صدقات، عطیات کی تقسیم اور استعمال پر شرعی حدود وقیود کا خیال نہیں کرتے، اور خرچ کرنے میں مستحق، غیر مستحق، مسلم غیر مسلم یا باطل نظریات کے حامل افراد کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے۔ اس بارے میں شریعت کیا کہتی ہے، کیا ہمیں ان کے دعویٰ پر اعتماد کرتے ہوئے اپنی رقوم ان کے حوالہ کردینی چاہئے کہ ہم نے تو اپنا فرض ادا کردیا، اگر بددیانتی کرتے ہیں تو وہ خود اللہ تعالیٰ کے مجرم ہوں گے، ہم سے سوال نہیں ہوگا۔ کیا یہ طرز عمل درست ہے؟

ج:.... ایسے تمام ادارے جن کے بارے میں آپ کو اطمینان نہ ہو کہ وہ زکوٰۃ، صدقات، عطیات کو صحیح مصرف اور شرعی طریقوں اور تقاضوں کے مطابق استعمال نہیں کرتے، ان کو اپنی رقم دینا درست نہیں ہے۔ کیونکہ ایسی صورت میں آپ کی زکوٰۃ یا صدقات واجبہ ادا نہیں ہوں گے۔ وہ بدستور آپ کے ذمہ فرض اور واجب رہیں گے۔ جس شخص پر یا جس ادارے پر آپ کو اعتماد اور اطمینان ہو کہ وہ آپ کی زکوٰۃ کو صحیح مصرف میں استعمال کریں گے۔ ان کے ساتھ ہی تعاون کرنا چاہئے۔ اسی طرح پیشہ ور فقیروں کو زکوٰۃ کی رقم نہ دیں، کیونکہ ان میں سے اکثر ایسے ہوتے ہیں جو مستحق زکوٰۃ نہیں ہوتے۔ زکوٰۃ کی رقم تحقیق کر کے کسی مستحق شخص کو دیں تاکہ آپ اپنے فرض سے بری الذمہ ہوجائیں اور اہل مستحق تک ان کا حق پہنچ جائے۔

نماز تراویح سنتِ مؤکدہ ہے

س:.... کیا تراویح کی نماز مرد اور عورت دونوں کے لئے پڑھنا ضروری ہے؟ اگر کوئی نہ پڑھے یا کم پڑھے تو کیا حکم ہے؟

ج:.... نماز تراویح کی بیس رکعت ادا کرنا ہر عاقل و بالغ مرد و عورت دونوں کے لئے سنتِ مؤکدہ ہے یعنی ضروری ہے، بلا عذر شرعی اس کو چھوڑ دینا گناہِ کبیرہ ہے، لہٰذا مکمل تراویح چھوڑ دینا یا بیس رکعات سے کم کردینا جائز نہیں اور بلا عذر شرعی محض سستی، کاہلی کی وجہ سے چھوڑنے والا گناہ گار ہوگا۔

”التراویح سنة مؤکدہ لمواظبة الخلفاء الراشدین للرجال والنساء اجماعاً۔“ (شامی ص:۶۵۹، ج:۱) واللہ اعلم بالصواب!

ہفت روزہ

ختمِ نبوۃ

مجلس

مجلسِ ادارت

صاحبزادہ مولانا عزیز احمد، علامہ احمد میاں حمادی،
مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۴۳ ۲۱ تا ۲۷ رمضان المبارک ۱۴۴۵ھ مطابق یکم تا ۷/اپریل ۲۰۲۴ء شمارہ:۱۳

سرپرست

حضرت مولانا حافظ ناصرالدین خاکوانی مدظلہ
مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری

مدیرِ اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیرِ اعلیٰ

مولانا اللہ وسایا

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میؤ ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین و آرائش:

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

اکتیسواں سالانہ ختم نبوت کورس، چناب نگر	۵	حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ
اعتکاف کے مسائل (۲)	۷	مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ
قرآن کریم اور انسانی سماج	۱۱	مولانا زاہد الراشدی مدظلہ
امیر المومنین سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ	۱۵	حافظ بلال بشیر
دوروزے	۱۷	مولانا سیّد ابوالحسن علی ندویؒ
لیلۃ القدر اور نزولِ قرآن	۲۲	جناب محمود میاں نجمی
جمعۃ الوداع اور قضائے عمری!	۲۶	مولانا مفتی محمد راشد ڈسکوی

بیاد

امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سیّد انور حسین نفیس الحسینیؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندرؒ
شہید ختم نبوت حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زرِ تعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۱۰۰ ڈالر، یورپ، افریقا: ۸۰ ڈالر، سعودی عرب،
متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرقی وسطی، ایشیائی ممالک: ۷۰ ڈالر
فی شمارہ: ۲۵ روپے، ششماہی: ۶۰۰ روپے، سالانہ: ۱۲۰۰ روپے

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سیّد شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

دورِ نبوت کے تاریخ وار حالات وواقعات

عہدِ نبوت کے ماہ وسال

تالیف: علامہ مخدوم محمد ہاشم سندھی ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

قسط: ۷۴ فصل:... اہجری کے واقعات

۵:...**حضرت اسماء کا لقب: ذات النطاقین:**...اسی رات جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے لئے مکہ سے نکل کر غارِ ثور کی طرف تشریف لے جارہے تھے، یہ واقعہ پیش آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تھے، گھر کے لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے زادِ سفر تیار کیا، ایک تھیلے میں کھانے کا کچھ سامان اور ایک مشکیزے میں پانی تھا، تھیلے اور مشکیزے کا منہ باندھنے کے لئے کوئی چیز نہ ملی تو حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نے اپنے کمر بند کو پھاڑ کر اس کے دو حصے کئے، ایک کے ساتھ توشہ دان کا اور دُوسرے کے ساتھ مشکیزے کا منہ باندھ دیا، اس عمل کی وجہ سے ان کا نام ”ذات النطاقین“ (دو کمر بند والی) رکھا گیا۔

۶:...**غارِ ثور میں داخل ہونا:**...اسی رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی معیت میں غارِ ثور میں داخل ہوئے، اور تین رات وہاں قیام رہا، جیسا کہ ابھی گزرا۔

۷:...**مکڑی کا جالا:**...اسی رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ہوا کہ ان اَیام میں مکڑی نے غار کے دروازے پر جالا تانے رکھا۔

۸:...**کبوتری کے انڈے:**...اسی رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ہوا کہ کبوتروں کے ایک جوڑے نے غار کے دروازے پر گھونسلا بنایا اور انڈے دیئے، مکڑی کے جالے اور کبوتروں کے انڈوں (نے غار کو مضبوط قلعہ بنادیا اور اس) سے کفار یہ سمجھے کہ اس غار میں کوئی انسان نہیں ہوسکتا، چنانچہ شرف الدین بوصیریؒ ”قصیدہ بردہ“ میں فرماتے ہیں:

ظَنُّوا الْحَمَامَ وَظَنُّوا الْعَنْکَبُوتَ عَلٰى
خَیْرِ الْبَرِیَّةِ لَمْ تَنْسُجْ وَلَمْ تَحُمِ

ترجمہ:... ”اور کفار یہ سمجھے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم (اگر غار میں تشریف فرما ہوتے تو غار کے دروازے) پر نہ مکڑی نے جالا تنا (ہوتا) نہ کبوتروں نے انڈے دیئے (ہوتے)۔“

۹:...**غارِ ثور میں سانپ کا قصہ:**...اسی رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب غار میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تو حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا: ”یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! اس تاریک رات میں اس سنسان غار کے اندر آپ مجھ سے پہلے داخل نہ ہوں، میں پہلے داخل ہوتا ہوں تاکہ غار میں اگر کوئی سانپ یا بچھو یا کوئی اور موذی چیز ہو تو مجھے کاٹے، آپ کو نہیں۔“ چنانچہ پہلے حضرت ابوبکرؓ اندر گئے، چاروں طرف ٹٹول کر دیکھا تو بہت سے سوراخ تھے، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کپڑا اُپھاڑ کر وہ سارے سوراخ بند کردیئے، مگر ایک سوراخ باقی تھا کہ کپڑا ختم ہوگیا، حضرت ابوبکرؓ نے اس پر پاؤں کی ایڑی رکھ کر اسے بھی بند کرلیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اندر تشریف لایئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اندر داخل ہوئے۔ اسی سوراخ سے حضرت ابوبکرؓ کو ایک سانپ نے کاٹ لیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ اپنا دست مبارک پھیرا اور دُعائے برکت فرمائی، فوراً تکلیف جاتی رہی، گویا کبھی تھی ہی نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے اور عرض کیا: ”اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ أَبَابَکْرٍ مَعِيْ فِيْ دَرَجَتِيْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔“

ترجمہ:... ”اے اللہ! ابوبکر رضی اللہ عنہ کو قیامت کے دن میرے ساتھ ہی میرے درجے میں رکھیو۔“ اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ ہم نے آپ کی دُعا منظور کرلی۔ (جاری ہے)

اداریہ

حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ

اکتیسواں سالانہ ختم نبوت کورس چناب نگر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

امسال اکتیسواں سالانہ ختم نبوت کورس مدرسہ عربیہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر میں ۷ فروری ۲۰۲۴ء سے ۲ مارچ ۲۰۲۴ء مطابق ۲۶رجب تا ۲۰رشعبان ۱۴۴۵ھ کو منعقد ہوا۔ قبل ازیں کورس رجب کے آخری روز اور شعبان کے پہلے چند روز میں شروع ہوتا تھا۔ امسال ۸فروری ۲۰۲۴ء کو ملک میں عام انتخابات تھے۔ اس لئے وفاق المدارس نے امتحانات ایک ہفتہ قبل منعقد کئے۔ مجلس کا کورس بھی ایک ہفتہ قبل منعقد ہوا۔ پہلے اگر ۲۵شعبان کو کورس ختم ہوتا تھا تو امسال ۲۰شعبان کو ختم ہوا۔ نیز یہ کہ ۵فروری کو وفاق کا امتحان ختم ہوا۔ ۷فروری کو ہمارے کورس کا آغاز ہوا جب کہ ۸فروری کو عام انتخابات تھے۔ پہلے دو دن داخلہ جاری رکھتے تھے۔ اس دفعہ چار دن (۱۰فروری شام تک) داخلہ جاری رکھا گیا۔ تاکہ انتخابات سے فارغ ہوکر دوست کورس میں شرکت کرسکیں۔ ان ہنگامی ضرورتوں کے باعث کہ ۸فروری کو انتخابات ۷فروری کورس کا آغاز شاید نہ ہوپائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے کرم کیا کہ ۶فروری کی شام بیس پچیس شرکاء آگئے۔ رات کو اسلام آباد راولپنڈی سے پچاس رفقاء کا قافلہ اسپیشل کوچ پر پہنچ گیا۔ ۷فروری کو اسّی سے زائد حضرات پر مشتمل کلاس کی تعلیم کا آغاز کردیا گیا۔ اسی دن دوپہر کو کراچی وسندھ سے تین صدنوے حضرات شرکاء کا قافلہ ٹرین سے آگیا۔ رونق ہوگئی، ۱۰رتاریخ کی شام تک شرکاء آتے رہے۔ ۱۱فروری صبح کو گیارہ سو اٹھہتر (۱۱۷۸) رفقاء کا داخلہ ہوگیا اور داخلہ بند کردیا۔

بعض محض انگلی کٹا کر شہداء میں نام لکھوانے کے لئے، بعض بیماری، شادی، امتحان یا کسی مجبوری سے اجازت لیتے، بعض امتحان میں فیل ہوگئے، بعض حضرات کا زیادہ ناغہ ہوگیا تو ان کے نام خارج کردیئے جاتے۔ گیارہ سو پانچ حضرات امتحان میں کامیاب ہوئے جن کو اسناد جاری کی گئیں۔ کورس میں مندرجہ ذیل حضرات نے اسباق پڑھائے۔

اسباق و لیکچرز:

فقیر: اللہ وسایا ملتان، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی ملتان، مولانا مفتی محمد راشد مدنی رحیم یار خان، مولانا غلام رسول دین پوری چناب نگر، مولانا مفتی محمد اعجاز مصطفیٰ کراچی، مولانا مفتی محمد حسن لاہور، مولانا خالد محمود لاہور، مولانا مفتی محمد رضوان عزیز عارف والا، مولانا امیر حمزہ بہاول نگر، مولانا عزیز الرحمٰن ثانی لاہور، مولانا محمود عالم صفدر اوکاڑہ، مولانا محمد شاہد ندیم چناب نگر، مولانا مفتی شاہد مسعود سرگودھا، مولانا نور محمد ہزاروی سرگودھا، مولانا خالد عابد سرگودھا، جناب خالد مسعود ایڈووکیٹ تلہ گنگ، مولانا مفتی محمد دین ٹل، مولانا توصیف احمد چناب نگر، مولانا فضل الرحمٰن منگلا شیخوپورہ، مولانا عتیق الرحمٰن ملتان اور مولانا محمد وسیم اسلم ملتان۔

الحمدللہ! حسب سابق یومیہ ۸ بجے سے ۱۲ بجے، ظہر تا عصر، اور بعد عشاء تعلیم جاری رہی۔ امسال عشاء کے بعد ہر روز تقاریر کا سلسلہ، پروجیکٹر پر تعلیم اور خطابت کورس بھی رکھا گیا۔ بیس بیس طلباء کے ساتھ گروپ بنائے گئے، روز سب کے بیانات ہوئے۔ آخر میں ہر گروپ سے ایک ایک ساتھی

لے کر حسب سابق تقریری مقابلہ بھی ہوا جس میں پوزیشن لینے والے حضرات کے اسماء گرامی یہ ہیں:

اول.... زاہد حلیم بن حلیم اللہ (بٹگرام)، دوم.... علی عثمان بن عاشق حسین (چنیوٹ)، سوم.... عبدالقادر بن غلام رسول (کراچی)۔

تحریری امتحانات میں پوزیشن لینے والے حضرات کے اسماء گرامی:

اس سال کورس میں ۲۶۲ مدارس کے طلباء، فارغ التحصیل علماء کرام اور مدرسین حضرات نے داخلہ لیا۔ گیارہ صد پانچ حضرات کو اسناد جاری کی گئیں۔ تین امتحانات ہوئے، ہر ہفتہ کا نصاب جمعرات شام سے بدھ شام تک پڑھایا جاتا رہا۔ جمعرات کو پہلے وقت امتحان ہوتا۔ البتہ آخری اور تیسرا پرچہ جمعہ کو ہوا۔ چنانچہ ۱۵ و ۲۲ فروری اور یکم مارچ کو تین امتحانی پیپرز ہوئے۔ امسال تعداد اتنی زیادہ تھی کہ دو امتحان بجائے جامع مسجد ختم نبوت کے مدرسہ جدید کے صحن میں منعقد کرنے پڑے، پورا پنڈال امتحان گاہ تھی۔ جو ایک قابل دید نظارہ تھا۔ البتہ تیسرے اور آخری امتحان کے وقت بارش ہوگئی تو جدید مدرسہ کے سینکڑوں فٹ لمبے دونوں برآمدوں میں چار لائنوں میں امتحان دینے والوں کو نشستیں مہیا کی گئیں۔ پھر بھی شرکاء بچ گئے۔ تو مسجد کے ہال اور برآمدوں میں لائنوں کی شکل میں حضرات شرکاء کو بٹھایا گیا۔ **العظمۃ للہ و لرسولہ۔ سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم!** تینوں تحریری امتحانوں کے نمبرات جمع کر کے اول، دوم، سوم پوزیشن جن خوش نصیب حضرات نے حاصل کی۔ ان کے اسماء گرامی یہ ہیں:

اول.... احسان اللہ بن ناصر خان (پشاور)، دوم.... حضرت بلال بن نظر محمد (کوئٹہ)، سوم.... محمد سلیمان خان بن محمد فولاد (راولپنڈی)۔

تقریب انعامات واسناد:

۲ مارچ ۲۰۲۴ء بروز ہفتہ صبح ساڑھے آٹھ بجے مہمان خصوصی، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی راہنما اور خانقاہ سراجیہ کے گدی نشین مولانا صاحبزادہ خلیل احمد صاحب مدظلہم کی زیر صدارت تقریب اسناد و انعامات کا آغاز ہوا۔

مولانا عزیز الرحمٰن ثانی نے نقابت کے فرائض سرانجام دیئے۔ تلاوت و نظم کے بعد مولانا عزیز الرحمٰن رحیمی، شیخ الحدیث جامعہ دارالقرآن کا جامع اور فاضلانہ بیان ہوا۔ مندرجہ ذیل حضرات نے اختتامی تقریب میں شرکت کر کے شرکاء کورس کو کتب واسناد پیش کیں:

صاحبزادہ خواجہ خلیل احمد خانقاہ سراجیہ۔ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن رحیمی فیصل آباد۔ حضرت مولانا سیف اللہ خالد چنیوٹ۔ مولانا قاری عبدالحمید حامد چنیوٹ۔ مولانا حکیم احمد حسن چنیوٹ۔ صاحبزادہ مولانا ضیاء الحق پوتا مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ۔ جناب خالد مسعود ایڈووکیٹ تلہ گنگ۔ جناب تیمور لالی، ایم پی اے، لالیاں۔ حافظ اللہ بخش پرو آ ڈیرہ اسماعیل خان۔ جناب عدنان بٹ چناب نگر۔ مولانا یاسر حقانی چارسدہ۔ مولانا مقصود چارسدہ۔ جناب مٹھو لالی چناب نگر۔ میاں اشفاق احمد چارسدہ۔ مولانا طاہر چنیوٹی۔ احباب مانسہرہ۔ مفتی محمد فیصل چنیوٹ، مولانا محمد حسین ناصر سکھر۔ جناب محمد زمان پنوعاقل۔ قاری عبدالقادر امیر مجلس پنوعاقل۔ جناب غلام شبیر پنوعاقل۔ پیر میاں رضوان نفیس لاہور۔ قاری ابوبکر صاحب شیخوپورہ۔ مولانا عنایت اللہ کوئٹہ اور مولانا فقیر اللہ اختر سیالکوٹ نے اپنے ہاتھوں سے شرکاء کورس کو انعامات میں گلستان ختم نبوت کے گلہائے رنگارنگ کا مکمل پانچ جلدوں کا سیٹ یا مقدمہ بہاولپور (تین جلدیں) اور عدالتی فیصلے (دو جلد) کے سیٹ پیش کئے۔ امسال وظیفہ پانچ صد کی بجائے ایک ہزار روپیہ تمام شرکاء کو دیا گیا۔

آخری ایمان پرور خطاب حضرت مولانا صاحبزادہ خلیل احمد صاحب کا ہوا۔ آپ کی دعا پر تقریب اختتام پذیر ہوئی اور دوپہر کے کھانے کے بعد قافلوں کی بسوں، ویگنوں، اور ٹرین کے ذریعہ واپسی ہوئی۔ مغرب کے قریب جا کر قافلوں کی واپسی کا عمل مکمل ہوا۔ الحمدللہ والشکر للہ تعالیٰ!

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین

اعتکاف کے مسائل

گزشتہ سے پیوستہ

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ

کھانے کی ضرورت

اگر کسی شخص کو کوئی ایسا آدمی میسر ہے، جو اس کے لئے مسجد میں کھانا پانی لا سکے تو اس کے لئے کھانا لانے کی غرض سے مسجد سے باہر جانا جائز نہیں، لیکن اگر کسی شخص کو ایسا کوئی آدمی میسر نہیں ہے تو وہ کھانا لانے کے لئے مسجد سے باہر جاسکتا ہے۔ (البحرالرائق، ج:۲،ص:۳۲۶) لیکن کھانا مسجد میں لا کر ہی کھانا چاہئے (کفایۃ المفتی، ج:۴، ص:۲۳۲) نیز ایسے شخص کو اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ ایسے وقت مسجد سے نکلے جب اسے کھانا تیار مل جائے تاہم اگر کچھ دیر کھانے کے انتظار میں ٹھہرنا پڑے تو مضائقہ نہیں۔

اذان

۱:......اگر کوئی موذن اعتکاف میں بیٹھا ہو اور اسے اذان دینے کے لئے مسجد سے باہر جانا پڑے تو اس کے لئے بھی باہر نکلنا جائز ہے، مگر اذان کے بعد نہ ٹھہرے۔

۲:......اگر کوئی شخص باقاعدہ موذن تو نہیں ہے، لیکن کسی وقت کی اذان دینا چاہتا ہے تو اس کے لئے بھی اذان کی غرض سے باہر نکلنا جائز ہے۔ (مبسوط سرخسیؒ، ج:۳، ص:۱۲۶)

نماز جمعہ

۱:...... بہتر یہ ہے کہ اعتکاف ایسی مسجد میں کیا جائے، جس میں نماز جمعہ ہوتی ہو تا کہ جمعہ کے لئے باہر نہ جانا پڑے، لیکن اگر کسی مسجد میں جمعہ کی نماز نہیں ہوتی، مگر پنج وقتہ نماز ہوتی ہے تو اس میں بھی اعتکاف کرنا جائز ہے۔ (شامی و عالمگیری)

۲:......ایسی صورت میں نماز جمعہ پڑھنے کے لئے دوسری مسجد میں جانا بھی جائز ہے، لیکن اس غرض کے لئے ایسے وقت اپنی مسجد سے نکلے جب اسے اندازہ ہو کہ جامع مسجد پہنچنے کے بعد وہ چار رکعت سنت ادا کرے گا تو اس کے فوراً بعد خطبہ شروع ہوجائے گا۔ (عالمگیر)

۳:......جب کسی مسجد میں نماز جمعہ پڑھنے کے لئے گیا ہو تو فرض پڑھنے کے بعد سنتیں بھی وہاں پڑھ سکتا ہے، لیکن اس کے بعد ٹھہرنا جائز نہیں (ایضاً) تاہم اگر ضرورت سے زیادہ ٹھہر گیا تو چونکہ مسجد میں ٹھہرا ہے، اس لئے اعتکاف فاسد نہ ہوگا۔ (بدائع، ج:۲،ص:۱۱۴)

۴:......اگر کوئی شخص جامع مسجد میں جمعہ پڑھنے کے لئے گیا اور وہاں جاکر باقی ماندہ اعتکاف اسی مسجد میں پورا کرنے کے لئے وہیں ٹھہر گیا تو اس سے اعتکاف تو صحیح ہوجائے گا لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے۔ (عالمگیری)

مسجد سے منتقل ہونا

ہر معتکف کے لئے ضروری ہے کہ اس نے جس مسجد میں اعتکاف شروع کیا ہے اسی میں پورا کرے، لیکن اگر کوئی ایسی شدید مجبوری پیش آجائے کہ وہاں اعتکاف پورا کرنا ممکن نہ رہے، مثلاً مسجد منہدم ہوجائے، یا کوئی شخص زبردستی وہاں سے نکال دے یا وہاں رہنے میں جان و مال کا کوئی قوی خطرہ ہو تو دوسری مسجد میں منتقل ہوکر اعتکاف پورا کرنا جائز ہے اور اس غرض کے لئے باہر نکلنے سے اعتکاف نہیں ٹوٹے گا، بشرطیکہ وہاں سے نکلنے کے بعد راستے میں کہیں نہ ٹھہرے، بلکہ سیدھا دوسری مسجد میں چلا جائے۔

(فتح القدیر، ج:۳،ص:۱۱۱، عالمگیریہ)

نماز جنازہ اور عیادت

۱:......عام حالات میں کسی معتکف کے لئے نماز جنازہ میں شرکت کے لئے یا کسی کی بیمار پرسی کے لئے مسجد سے باہر نکلنا جائز نہیں، لیکن اگر قضائے حاجت کے لئے نکلا تھا اور ضمناً راستے میں کسی کی بیمار پرسی کرلی یا کسی کی نماز جنازہ میں شرکت کرلی تو جائز ہے، اس سے اعتکاف نہیں ٹوٹتا۔ (بدائع، ج:۲،ص:۱۱۴) لیکن شرط یہ ہے کہ نماز جنازہ یا عیادت مریض کی نیت سے نہ نکلے، بلکہ نیت قضائے حاجت کی ہو اور بعد میں یہ کام بھی کرلے، کیونکہ اگر ان کاموں کی نیت سے نکلے گا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ (شامی) نیز یہ بھی شرط ہے کہ نماز جنازہ اور عیادت کے لئے راستے سے ہٹنا نہ پڑے، بلکہ یہ کام راستے میں ہی

ہوجائے پھر عیادت مریض تو چلتے چلتے کرنی چاہئے، چنانچہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چلتے چلتے بیمار پرسی کرلیتے تھے، اس غرض کے لئے رکتے نہ تھے۔(ابوداؤد) اورنماز جنازہ میں یہ شرط ہے کہ نماز کے بعد بالکل نہ ٹھہرے۔

(مرقاۃ، ج:۴،ص:۳۳۰)

۲:......اس کے علاوہ اگر اعتکاف کی نیت کرتے وقت ہی یہ شرط کرلی تھی کہ میں اعتکاف کے دوران کسی مریض کی عیادت یا نماز جنازہ میں شرکت یا کسی علمی ودینی مجلس میں شامل ہونے کے لئے جانا چاہوں گا تو چلا جاؤں گا تو اس صورت میں ان اغراض کے لئے مسجد سے باہر جانا جائز ہے اور اس سے اعتکاف نہیں ٹوٹے گا، لیکن اس طرح اعتکاف نفلی ہوجائے گا، مسنون نہ رہے گا۔

اعتکاف کا ٹوٹ جانا

مندرجہ ذیل چیزوں سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے:

۱:......جن ضروریات کا پیچھے ذکر کیا گیا ہے، ان کے سوا کسی بھی مقصد سے اگر کوئی معتکف حدود مسجد سے باہر نکل جائے، خواہ یہ باہر نکلنا ایک ہی لمحے کے لئے ہو تو اس سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔(ہدایہ)

واضح رہے کہ مسجد سے نکلنا اس وقت کہا جائے گا جب پاؤں مسجد سے اس طرح باہر نکل جائیں کہ اسے عرفاً مسجد سے نکلنا کہا جاسکے، لہٰذا اگر صرف سر مسجد سے باہر نکال دیا تو اس سے اعتکاف فاسد نہیں ہوگا۔ وارداً بالخروج انفصال قدمیه۔(بحر،ج،ص:۳۲۶، ج:۲)

۲:......اسی طرح اگر کوئی معتکف شرعی ضروریات سے باہر نکلے، لیکن ضرورت سے فارغ ہونے کے بعد ایک لمحے کے لئے بھی باہر ٹھہر جائے تو اس سے بھی اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔(شامی)

۳:......بلاضرورت شرعی مسجد سے باہر نکلنا خواہ جان بوجھ کر ہو یا بھول کر یا غلطی سے بہرصورت اس سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے، البتہ اگر بھول کر یا غلطی سے باہر نکلا ہے تو اس سے اعتکاف توڑنے کا گناہ نہیں ہوگا۔(شامی)

۴:......کوئی شخص احاطہ مسجد کے کسی حصے کو مسجد سمجھ کر اس میں چلا گیا، حالانکہ درحقیقت وہ حصہ مسجد میں شامل نہیں تھا تو اس سے بھی اعتکاف ٹوٹ گیا، اسی لئے شروع میں عرض کیا گیا ہے کہ اعتکاف میں بیٹھنے سے پہلے حدود مسجد اچھی طرح معلوم کرلینی چاہئیں۔

۵:...... اعتکاف کے لئے چونکہ روزہ شرط ہے، اس لئے روزہ توڑ دینے سے بھی اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے، خواہ یہ روزہ کسی عذر سے توڑا ہو یا بلاعذر، جان بوجھ کر توڑا ہو یا غلطی سے ٹوٹا ہو، ہرصورت میں اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے، غلطی سے روزہ ٹوٹنے کا مطب یہ ہے کہ روزہ تو یاد تھا، لیکن بے اختیار کوئی عمل ایسا ہوگیا جو روزے کے منافی تھا، مثلاً صبح صادق طلوع ہونے کے بعد تک کھاتے رہے یا غروب آفتاب سے پہلے یہ سمجھ کر روزہ افطار کرلیا کہ افطار کا وقت ہوچکا ہے، یا روزہ یاد ہونے کے باوجود کلی کرتے وقت غلطی سے پانی حلق میں چلا گیا تو ان تمام صورت میں روزہ بھی جاتا رہا اور اعتکاف بھی ٹوٹ گیا۔ لیکن اگر روزہ ہی یاد نہ رہا اور بھول کر کچھ کھا پی لیا تو اس سے روزہ بھی نہیں ٹوٹا اور اعتکاف بھی فاسد نہیں ہوا۔(درمختار وشامی، ج:۲،ص:۱۳۶)

۶:......جماع کرنے سے بھی اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے خواہ یہ جماع جان بوجھ کر کرے یا سہواً دن میں کرے یا رات میں، مسجد میں کرے یا مسجد سے باہر، اس سے انزال ہو یا نہ ہو، ہر صورت میں اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔(ہدایہ)

۷:......بوس وکنار اعتکاف کی حالت میں ناجائز ہے، اور اگر اس سے انزال ہوجائے تو اس سے اعتکاف بھی ٹوٹ جاتا ہے، لیکن انزال نہ ہو تو ناجائز ہونے کے باوجود اعتکاف نہیں ٹوٹتا۔(ہدایہ)

کن صورتوں میں اعتکاف توڑنا جائز ہے؟

مندرجہ ذیل صورت میں اعتکاف توڑنا جائز ہے:

۱:......اعتکاف کے دوران کوئی ایسی بیماری پیدا ہوگئی جس کا علاج مسجد سے باہر نکلے بغیر ممکن نہیں تو اعتکاف توڑنا جائز ہے۔(شامی)

۲:......کسی ڈوبتے یا جلتے ہوئے آدمی کو بچانے یا آگ بجھانے کے لئے بھی اعتکاف توڑ کر باہر نکل آنا جائز ہے۔(ایضاً)

۳:......ماں، باپ، بیوی، بچوں میں سے کسی کی سخت بیماری کی وجہ سے بھی اعتکاف توڑنا جائز ہے۔

۴:......کوئی شخص زبردستی باہر نکال کرلے جائے مثلاً حکومت کی طرف سے گرفتاری کا وارنٹ آجائے تو بھی اعتکاف کا توڑنا جائز ہے۔(شامی)

۵:...... اگر کوئی جنازہ آجائے اور نماز پڑھنے والا کوئی اور نہ ہو تب بھی اعتکاف توڑنا جائز ہے۔(فتح القدیر،ص:۱۱۱، ج:۲)

ان تمام صورتوں میں باہر نکلنے سے گناہ تو نہیں ہوگا، لیکن اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

(البحر الرائق ص:۳۲۶، ج:۲)

اعتکاف ٹوٹنے کا حکم

۱:...... مذکورہ بالا وجوہ میں سے جس وجہ سے بھی اعتکاف مسنون ٹوٹا ہو، اس کا حکم یہ ہے کہ جس دن میں اعتکاف ٹوٹا ہے، صرف اس دن کی قضا واجب ہوگی پورے دن کی قضا واجب نہیں (شامی) اور اس ایک دن کی قضا کا طریقہ یہ ہے کہ اگر اسی رمضان میں وقت باقی ہو تو اسی رمضان میں کسی دن غروب آفتاب سے اگلے دن غروب آفتاب تک قضا کی نیت سے اعتکاف کرلیں اور اگر اس رمضان میں وقت باقی نہ ہو یا کسی وجہ سے اس میں اعتکاف ممکن نہ ہو تو رمضان کے علاوہ کسی بھی دن روزہ رکھ کر ایک دن کے لئے اعتکاف کیا جاسکتا ہے، اور اگلے رمضان میں قضا کرے تو بھی قضا صحیح ہوجائے گی لیکن زندگی کا کچھ بھروسہ نہیں، اس لئے جلد از جلد قضا کرنی چاہئے۔

۲:...... اعتکاف مسنون ٹوٹ جانے کے بعد مسجد سے باہر نکلنا ضروری نہیں، بلکہ عشرہ اخیرہ کے باقی ماندہ ایام میں نفل کی نیت سے اعتکاف جاری رکھا جاسکتا ہے، اس طرح سنت موکدہ تو ادا نہیں ہوگی لیکن نفلی اعتکاف کا ثواب ملے گا، اور اگر اعتکاف کسی غیر اختیار بھول چوک کی وجہ سے ٹوٹا ہے تو عجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ عشرہ اخیرہ کے مسنون اعتکاف کا ثواب بھی اپنی رحمت سے عطا فرمادیں، اس لئے اعتکاف ٹوٹنے کی صورت میں بہتر یہی ہے کہ عشرہ اخیرہ ختم ہونے تک اعتکاف جاری رکھیں، لیکن اگر کوئی شخص اس کے بعد اعتکاف جاری نہ رکھے تو یہ بھی جائز ہے، اور یہ بھی جائز ہے کہ جس دن کا اعتکاف ٹوٹا ہے اس دن باہر چلا جائے اور اگلے دن سے بہ نیت نفل پھر اعتکاف شروع کردے۔

۳:...... ایک دن کے اعتکاف کی قضا کا طریقہ اگرچہ فقہاء نے صاف صاف نہیں لکھا، لیکن قواعد سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ اگر اعتکاف دن میں ٹوٹا ہو تو صرف دن کی قضا واجب ہوگی، یعنی قضا کے لئے صبح صادق سے پہلے داخل ہو، روزہ رکھے اور اسی روز شام کو غروب آفتاب کے وقت نکل آئے اور اگر اعتکاف رات کو ٹوٹا ہے تو رات اور دن دونوں کی قضا کرے یعنی شام کو غروب آفتاب سے پہلے مسجد میں داخل ہو، رات بھر وہاں رہے، روزہ رکھے، اور اگلے دن غروب آفتاب کے بعد مسجد سے باہر نکلے۔ (کیونکہ یہ اعتکاف واجب ہے اور اعتکاف منذور کا حکم یہی ہے)۔

آدابِ اعتکاف

اعتکاف کا مقصد چونکہ یہ ہے کہ انسان دوسرے تمام مشاغل سے کنارہ کش ہوکر اللہ تعالیٰ ہی کی یاد کی طرف اپنے آپ کو لگائے، اس لئے اعتکاف کے دوران غیر ضروری کاموں اور باتوں سے بچنا چاہئے اور جس قدر وقت ملے نوافل پڑھنے، تلاوت قرآن کریم اور دوسری عبادتوں اور اذکار و تسبیحات میں وقت گزارنا چاہئے، نیز علم دین کے پڑھنے پڑھانے وعظ و نصیحت کرنے اور دینی کتابوں کے پڑھنے میں بھی نہ صرف یہ کہ کوئی حرج نہیں، بلکہ موجب ثواب ہے۔

مباحاتِ اعتکاف

اعتکاف کی حالت میں مندرجہ ذیل کام بلاکراہت جائز ہیں:

(۱) کھانا پینا،

(۲) سونا،

(۳) ضروری خرید و فروخت کرنا بشرطیکہ سودا مسجد میں نہ لایا جائے، اور خرید و فروخت ضروریاتِ زندگی کے لئے ہو، لیکن مسجد کو باقاعدہ تجارت گاہ بنانا جائز نہیں،

(۴) حجامت کرانا (لیکن بال مسجد میں نہ گریں)،

(۵) بات چیت کرنا، (لیکن فضول گوئی سے پرہیز ضروری ہے)۔ (شامی)

(۶) نکاح یا کوئی اور عقد کرنا۔

(بحر، ج:۲، ص:۳۲۶)

(۷) کپڑے بدلنا، خوشبو لگانا، سر میں تیل لگانا۔ (خلاصۃ الفتاویٰ، ج:۱، ص:۲۶۹)

(۸) مسجد میں کسی مریض کا معائنہ کرنا اور نسخہ لکھنا یا دوا بتادینا۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جدید، ص:۵۰۱، ج:۶)

(۹) قرآن کریم یا دینی علوم کی تعلیم دینا۔

(شامی، ص:۱۸۵، ج:۲)

(۱۰) کپڑے دھونا اور کپڑے سینا۔

(مصنف ابن شیبہ عن عطاء، ص:۹۴، ج:۳)

البتہ کپڑے دھوتے وقت پانی مسجد سے باہر گرے اور خود مسجد میں رہیں یہی حکم برتن دھونے کا بھی ہے۔

(۱۱) ضرورت کے وقت مسجد میں ریح خارج کرنا۔ (شامی)

نیز جتنے اعمال اعتکاف کے لئے مفسد یا مکروہ نہیں ہیں اور فی نفسہٖ بھی حلال ہیں وہ سب اعتکاف کی حالت میں جائز ہیں۔

مکروہاتِ اعتکاف

اعتکاف کی حالت میں مندرجہ ذیل امور

مکروہ ہیں:

۱:...... بالکل خاموشی اختیار کرنا، کیونکہ شریعت میں بالکل خاموش رہنا کوئی عبادت نہیں، اگر خاموشی کو عبادت سمجھ کر کرے گا تو بدعت کا گناہ ہوگا، البتہ اگر اس کو عبادت نہ سمجھے، لیکن گناہ سے اجتناب کی خاطر حتی الامکان خاموشی کا اہتمام کرے تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔(درمختار)

البتہ جہاں ضرورت ہو وہاں بولنے سے پرہیز نہ کرنا چاہئے۔

۲:......فضول اور بلاضرورت باتیں کرنا بھی مکروہ ہے، ضرورت کے مطابق تھوڑی بہت گفتگو تو جائز ہے، لیکن مسجد کو فضول گوئی کی جگہ بنانے سے احتراز لازم ہے۔(منحۃ الخالق)

۳:......سامانِ تجارت مسجد میں لاکر بیچنا بھی مکروہ ہے۔

۴:......اعتکاف کے لئے مسجد کی اتنی جگہ گھیر لینا جس سے دوسرے معتکفین یا نمازیوں کو تکلیف پہنچے۔

۵:...... اجرت پر کتابت کرنا یا کپڑے سینا یا تعلیم دینا بھی معتکف کے لئے فقہاء نے مکروہ لکھا ہے (بحر،ص:۳۲۷،ج:۲) البتہ جو شخص اس کے بغیر ایامِ اعتکاف کی روزی بھی کمانہ سکتا ہو، اس کے لئے بیع پر قیاس کرکے گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

☆☆ .... ☆☆

دامادِ نبی حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی مظلومیت

عم زادِ رسولؐ و دامادِ نبیؐ، خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاتم الخلفاء الراشدین، امیر المؤمنین و مولی المتقین، الفاروق بین المؤمنین و المنافقین؛ حضرت علی المرتضیٰ کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے زیادہ مظلوم صحابی کون ہوسکتا ہے؟ وہ ایمان لانے والوں میں بھی پہلی صف کے فرد اور تکفیرِ صحابہ کا نشانہ بننے والے بھی سب سے پہلے صحابی ہیں، خوارج نے آپؓ کو نعوذ باللہ! کافر کہا تھا۔ پھر آپؓ کی طرف سب سے زیادہ مسلمانوں کے فرقے منسوب ہوگئے اور جانے کیا کیا آپؓ کی جانب نسبتیں کردی گئیں! آج آپؓ اور آپؓ کے خانوادہ کا ذکر کرنے والوں کو عجیب نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے اور ذکر کرنے والوں کو بدعتی فرقوں کا فرد یا ان کی جانب مائل سمجھا جاتا ہے، نعوذ باللہ! نیز آپؓ کی مظلومیت اس وقت دوچند ہوجاتی ہے جب تین خلفائے راشدین کے ساتھ معاون کا کردار ادا کرتے رہنے کے بعد جب آپؓ خود زیب آرائے منصبِ خلافت ہوئے تو جن کٹھن حالات سے دوچار ہوئے اس کی منظرکشی درج ذیل شہادت سے ہوتی ہے:

’’عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ناظم اعلیٰ مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہ فرماتے ہیں کہ میں نے دورۂ حدیث جامعہ خیر المدارس ملتان میں حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس کیا تو والد صاحب حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری نوّر اللہ مرقدہ کے پاس دوبارہ دورۂ حدیث شریف پڑھنے کے لئے جامعہ علومِ اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی بھیجا۔

ایک بار درس میں حضرت علی کرّم اللہ وجہہ کے تعلق سے کوئی بات چلی تو حضرت بنوری قدس سرہ نے ارشاد فرمایا کہ: ’’حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں سوفی صد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین تھے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں تعداد کم ہوگئی مگر اکثریت اب بھی صحابہ کرامؓ کی تھی، پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں نصف کے قریب صحابہ کرامؓ رہ گئے، جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے باگِ خلافت سنبھالی تو صحابہ کرامؓ کی تعداد کم اور دیگر لوگوں کی تعداد زیادہ تھی، ان حالات میں حضرت علی کرّم اللہ وجہہ نے جس طریقے سے حکومت کی، سلطنت کو سنبھالا اور عوام کو عہدِ نبوت کے منہج پر باقی رکھا؛ یہ انہی کا خاصہ تھا، البتہ اس کے لیے انہیں بڑی جدوجہد کرنا پڑی اور آپ بہت مظلوم تھے۔‘‘

یہ جملہ کہ ’’حضرت علی کرّم اللہ وجہہ اس وقت بہت مظلوم تھے۔‘‘ کہتے ہوئے حضرت بنوری قدّس سرہٗ اس قدر روئے کہ چہرہ آنسوؤں سے تر ہوگیا اور درس گاہ سسکیوں سے گونجنے لگی۔ بروایت: مولانا اللہ وسایا مدظلہ (دفتر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان)

انتخاب: محمد قاسم رفیع، خادمِ ختمِ نبوت

قرآن کریم اور انسانی سماج!

خطاب:.... حضرت مولانا زاہد الراشدی مدظلہ

ترتیب وتلخیص:.... ہلال خان ناصر

جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب قرآن کریم کا پیغام مکہ مکرمہ میں پیش کیا تو اس وقت کے سماج کے تمام لیڈر یہ بات سمجھ گئے تھے کہ یہ صرف چند لفظوں اور جملوں کا ورد اور تکرار نہیں ہے بلکہ مکمل معاشرتی تبدیلی اور انقلاب کا ایجنڈا ہے۔ اس لیے انہوں نے پہلے دن سے ہی مزاحمت شروع کر دی اور پھر وہ مسلسل تیئیس برس تک مختلف حوالوں سے اور مختلف دائروں میں مسلسل مزاحمت کرتے رہے۔ اس مزاحمت کا آغاز پہلی مجلس سے ہی ہو گیا تھا جس میں جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صفا پہاڑی پر مکہ والوں کو جمع کر کے ''ایھا الناس'' کے خطاب کے ساتھ توحید کی دعوت دی تھی اور اس مزاحمت میں پہل خود آنحضرت کے چچا ابولہب نے کی تھی اور آپ سے کہا تھا: ''تیرے لیے (نعوذ باللہ) بربادی ہو، کیا تم نے ہمیں اس کام کے لیے اکٹھا کیا ہے؟'' ابولہب کی اسی بات کا جواب قرآن کریم کی سورۃ اللہب میں دیا گیا ہے۔ اس طرح مزاحمت کا پہلا دائرہ طعن وتشنیع، الزامات، تحقیر اور طنز واستہزا کا تھا جس میں کسی طرف سے کوئی کمی روا نہیں رکھی گئی۔ اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر کو کاہن، شاعر، مجنون، ساحر اور کذاب کے الفاظ سے پکارا گیا اور پورے علاقے میں کردارکشی کا بازار گرم کر دیا گیا۔ حتیٰ کہ یہاں تک کہا گیا کہ (نعوذ باللہ) مکہ اور طائف کی دو بڑی بستیوں میں کوئی سردار ایسا نہیں تھا جس پر وحی آتی، کیا آپ ہی اس کام کے لیے رہ گئے تھے؟

مزاحمت کا دوسرا دائرہ مداخلت کا تھا جس کا تذکرہ قرآن کریم میں اس طرح ہے کہ انہوں نے آپس میں مشورہ کر لیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جہاں بھی قرآن کریم لوگوں کو سنائیں، وہاں شور و غل کرو اور کسی کو ان کی بات سننے نہ دو۔ یہ بھی روایات میں آتا ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرات مسلسل ٹوہ اور تعاقب میں رہتے اور جہاں بھی آپ کسی اجتماع میں لوگوں کو توحید کی دعوت دیتے اور قرآن کریم سناتے ان میں سے کوئی چچا کھڑا ہو جاتا اور لوگوں سے کہتا کہ یہ ہمارا بھتیجا ہے، آج کل (نعوذ باللہ) یہ ذہنی طور پر ٹھیک نہیں ہے، اس لیے یہ اس قسم کی بہکی بہکی باتیں کرتا ہے، ہم اس کا علاج کروا رہے ہیں، کچھ دنوں میں ٹھیک ہو جائے گا، اس لیے آپ لوگ اس کی باتوں پر توجہ نہ دیں۔

مزاحمت کا تیسرا دائرہ مقابلہ کا تھا اور اس کا تذکرہ بھی قرآن کریم میں ہے کہ ایک قریشی سردار حارث بن نضر نے کچھ آلات موسیقی اور چند گانے ناچنے والیوں کا بندوبست کیا اور مکہ مکرمہ میں راگ ورنگ کی محفلیں جمانا شروع کر دیں، تاکہ لوگ ان محفلوں میں آئیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتیں نہ سن سکیں۔ قرآن کریم نے اس کا تذکرہ کرتے ہوئے: ''لھو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ'' اور ''و یتخذھا ھزوًا'' کے جملے ارشاد فرمائے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے غافل کرنے والی باتوں کے خریدار بنتے ہیں تاکہ لوگوں کو حق قبول کرنے سے روکا جائے اور خدا کے دین کو ہنسی اور استہزا کا نشانہ بنایا جائے۔ میں یہاں ایک بات درمیان میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آج کل جب ٹی وی پروگراموں اور سوشل میڈیا میں دین کے نام پر اور دینی احکام ومسائل کے بارے میں پیش کیا جانے والا ماحول دیکھتا ہوں تو بے ساختہ مکہ مکرمہ میں حارث بن نضیر کی بپا کردہ محفلیں چشم تصور کے سامنے آجاتی ہیں کہ وہ بھی تو سب کچھ اسی طرح کیا کرتا تھا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس شر سے پناہ میں رکھیں، آمین۔

قرآن کریم کی راہ میں مزاحمت کا چوتھا دائرہ ان پیش کشوں کا ہے جو ابوجہل اور دوسرے بعض سرداروں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھیں کہ یہ غریب اور کمزور لوگ جو آپ کی مجلس میں ہر وقت بیٹھے رہتے ہیں، ہم ان کے ساتھ بیٹھنا پسند نہیں کرتے۔ اس میں ہماری توہین ہوتی ہے، اس لیے اگر انہیں آپ اپنی مجلس سے اٹھا دیں تو ہم آپ کے پاس بیٹھنے اور آپ کی بات سننے کے لیے تیار ہیں۔ ان باتوں کا مقصد

مسلمانوں میں تفریق اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھیوں میں احساس کمتری پیدا کرنا تھا، جس سے خود اللہ تعالیٰ نے حضور کو قرآن کریم میں منع فرمایا کہ ان بڑوں کے لیے آپ اپنے کمزوروں اور غریب ساتھیوں کو مجلس سے نہیں اٹھائیں گے۔

قریشیوں کی طرف سے قرآن کریم اور جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف مزاحمت کا پانچواں دائرہ وہ ظلم و تشدد تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کے ساتھ تیرہ سالہ مکی دور میں مسلسل روا رکھا گیا۔ خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس تشدد اور اذیتوں کا شکار ہوئے اور بہت سے صحابہ کرامؓ پر ظلم وجبر کے پہاڑ توڑے گئے۔ اس میں اسلام قبول کرنے سے روکنے کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی تھی کہ مسلمان اپنی عبادات اور دعوت و تبلیغ کو حرم کی حدود میں سرانجام نہیں دیں گے اور کسی عوامی جگہ پر مذہبی سرگرمیاں نہیں کر سکیں گے۔ مسلمانوں کو حرم میں نماز پڑھنے پر تشدد کا نشانہ بنایا جاتا تھا، حضرت صدیق اکبرؓ کو ایک باقاعدہ معاہدہ کے ذریعے پابند کیا گیا کہ وہ نماز اور تلاوت قرآن کریم اپنے گھر کے اندر کریں گے اور ان کی آواز گھر سے باہر نہیں آئے گی۔

اس مزاحمت کا چھٹا دائرہ وہ سوشل بائیکاٹ تھا جو مکہ مکرمہ کے تمام قبائل نے باہمی اجتماعی فیصلے کے تحت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے پیروکاروں کے ساتھ بلکہ آپ کی حمایت کرنے والے غیر مسلموں کے ساتھ بھی کیا۔ ان سب کو ایک وادی (شعب ابی طالب) میں محدود کر دیا گیا اور سوشل بائیکاٹ کے ساتھ ساتھ ان کی معاشی ناکہ بندی بھی کر دی گئی اور چاروں طرف سے نگرانی کی گئی کہ خوراک اور ضرورت کی کوئی چیز باہر سے ان تک نہ پہنچنے پائے۔ اس بائیکاٹ اور ناکہ بندی کا معاہدہ باقاعدہ دستخطوں کے ساتھ بیت اللہ کے دروازے پر لٹکا دیا گیا اور یہ ناکہ بندی مسلسل تین سال تک جاری رہی، مگر یہ طویل آپریشن بھی ناکام رہا۔

مزاحمت کے ان سب ہتھکنڈوں کی ناکامی کے بعد ساتویں دائرہ میں قریش نے پینترا بدلا اور صلح و مفاہمت کے نام پر مسلمانوں کو ان کے دین سے ہٹانے کی چال چلنا شروع کر دی، جسے قرآن کریم نے ”ودوا لو تدھن فیدھنون“ سے تعبیر فرمایا ہے کہ وہ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ کچھ لچک وہ دکھائیں اور کچھ لچک جناب رسول اللہ پیدا کریں، تاکہ درمیان درمیان میں کوئی سمجھوتا ہو جائے۔ یہ بڑا دلچسپ دور تھا جس کا تذکرہ میں قدرے تفصیل کے ساتھ کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ آج بھی پوری دنیا میں ہمیں اسی صورتحال کا سامنا ہے اور مسلمانوں کو ایسے ہی جال میں پھنسانے کی کوششیں ہر سطح پر جاری ہیں۔ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخالفین کی طرف سے مصالحت کی یہ پیشکش تین صورتوں میں کی گئی۔ (۱) ایک کا ذکر قرآن کریم میں اس طرح ہے کہ یہ لوگ قرآن کریم سن کر کہتے ہیں کہ ”ائت بقرآن غیر ھذا او بدلہ“ اس قرآن کی بجائے کوئی دوسرا قرآن لے آؤ یا اس میں ردوبدل کر دو۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب قرآن کریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ دلوایا کہ آپ ان سے کہہ دیں کہ مجھے اس بات کا اختیار حاصل نہیں ہے کہ میں قرآن کریم میں اپنی طرف سے کوئی ردوبدل کر سکوں۔ (۲) دوسرا مرحلہ قریشی سرداروں کے اس وفد کی ملاقات کا ہے جو جناب رسول اکرمؐ کے ساتھ خواجہ ابوطالب کی موجودگی میں ہوئی اور جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دو نکاتی مصالحتی فارمولا پیش کیا گیا۔ ایک یہ کہ آپ حرم پاک میں بے شک نماز پڑھیں اور قرآن کریم لوگوں کو سنائیں، ہم آپ کو نہیں روکیں گے، بلکہ ہم بھی آپ کے ساتھ شریک ہو جایا کریں گے، مگر آپ بھی کبھی کبھی ہمارے بتوں کی تعظیم کے لیے آیا کریں۔ اور دوسرا یہ کہ آپ اللہ تعالیٰ کی صفات اور عظمت جتنی چاہیں بیان کریں مگر ہمارے بتوں کی نفی نہ کیا کریں، یعنی ”پازیٹو“ بات کریں ”نیگیٹو“ بات نہ کریں۔ چنانچہ ان کا کہنا تھا کہ ان دو باتوں پر ہمارا باہمی سمجھوتا ہو سکتا ہے۔ اس کا جواب بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں سورۃ الکافرون کی شکل میں جناب رسول اللہ سے دلوایا اور دوٹوک طور پر اس پیشکش کو مسترد کر دیا گیا۔ (۳) جبکہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے اس کا تیسرا مرحلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ طائف کے بنو ثقیف کے سرداروں کی ملاقات کا بیان فرمایا ہے جو انہوں نے اسلام قبول کرنے کے لیے مدینہ منورہ جا کر کی اور قبول اسلام کے لیے کچھ شرائط پیش کیں جن کا تذکرہ سیرت نبوی کی کتابوں میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔ یہ شرائط کچھ اس طرح تھیں کہ (۱) ہم اپنا بت ”لات“ نہیں توڑیں گے (۲) نماز کی اس طرح پابندی نہیں کریں گے جیسے بتائی جاتی ہے، نماز میں ہم رکوع سجدہ نہیں کریں گے اور اوقات اپنی سہولت کے مطابق طے کریں گے (۳) شراب ترک نہیں کریں گے (۴) سود کا کاروبار نہیں چھوڑیں گے (۵) زنا نہیں چھوڑیں گے وغیرہ

وغیرہ۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ شرائط قبول کرنے سے انکار کر دیا تو انہوں نے اگلے روز ہی باہمی مشورہ کے ساتھ سب شرطیں واپس لے لیں اور غیر مشروط طور پر کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔ اس حوالہ سے میں عرض کیا کرتا ہوں کہ طائف کے بنو ثقیف نے یہ شرطیں اسلام قبول کرنے کے لیے پیش کی تھیں جبکہ کم و بیش اسی طرح کی شرطیں ہم پاکستانیوں کی طرف سے ملک میں اسلام کے نفاذ کے لیے مسلسل پیش کی جا رہی ہیں۔ البتہ فرق یہ ہے کہ طائف والوں کو ایک دن میں ہی بات سمجھ میں آ گئی تھی اور انہوں نے اگلے روز وہ شرطیں واپس لے لی تھیں، مگر ہم مسلسل ستر برس سے ایسی شرطوں پر اصرار کیے جا رہے ہیں۔ مصالحت و مفاہمت کے عنوان سے اسلام کو کمزور کرنے اور مسلمانوں کو ان کے دین سے ہٹانے کی ان کوششوں میں ناکامی کے بعد قریش نے وہ آخری جرگہ کیا جس میں ”لیثبتوک او یقتلوک او یخرجوک“ کی تجاویز پر غور و خوض کے بعد قریشی سرداروں نے اجتماعی فیصلہ کیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دیا جائے۔ اس کے لیے باقاعدہ ”ڈیتھ اسکواڈ“ مقرر کیا گیا، جس نے رات کی تاریکی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر کا محاصرہ کر لیا، مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے گھیرے سے نکال کر آنحضرت کو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کے لیے روانہ کر دیا۔

قرآن کریم کے ایجنڈے اور اس وقت کے سماج کی مزاحمت کے ان دائروں کا تذکرہ کرنے کے بعد میں اپنی گفتگو کے ابتدائی حصہ کی طرف آتا ہوں کہ قرآن کریم کا بنیادی موضوع اور مقصد سماج کی تبدیلی تھا، جسے قریش اور بنو ثقیف کے سرداروں نے سمجھ لیا تھا اور اس کے خلاف مزاحمت شروع کر دی تھی جو دو عشروں سے زیادہ عرصہ تک جاری رہی۔ مگر اس شدید مزاحمت کے باوجود قرآن کریم اور جناب رسول اللہ نے ربع صدی سے بھی کم عرصہ میں عرب معاشرہ کو یکسر بدل کر رکھ دیا اور قرآن کریم اپنے ایجنڈے میں سرخرو ہوا۔ میری گفتگو کا اگلا موضوع ان شاء اللہ تعالیٰ یہ ہوگا کہ وہ تبدیلیاں کیا تھیں جو عرب سماج میں قرآن کریم نے پیدا کیں اور پھر ان تبدیلیوں نے ایک صدی کے دوران دنیا کے ایک بڑے حصے کا احاطہ کر لیا۔ چونکہ آج بھی ہمیں اسی قسم کی صورتحال کا سامنا ہے، اس لیے ان تبدیلیوں سے واقف ہونا ہمارے لیے ایک بنیادی ضرورت کی حیثیت رکھتا ہے۔

جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ۲۳ برس کے عرصہ میں انسانی سماج کو جن تبدیلیوں سے متعارف کرایا، وہ تبدیلیاں کیا تھیں؟ یہ تاریخی حقیقت ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا پہاڑی پر کھڑے ہو کر سب سے پہلے ”ایھا الناس“ کہتے ہوئے لوگوں کو اپنے دین کی دعوت دی تھی اور ”اقراء باسم ربک الذی خلق“ کی آواز لگائی تھی تو اس وقت کے انسانی معاشرہ کا نقشہ کچھ اور تھا، مگر اس کے صرف ربع صدی بعد حجۃ الوداع کے موقع پر ڈیڑھ لاکھ کے لگ بھگ مسلمانوں کو گواہ بنا کر اپنا ایجنڈا مکمل کر لینے کا اعلان کیا تھا تو سماج اور معاشرہ اس سے بالکل مختلف شکل اختیار کر چکا تھا اور پھر اس سماجی انقلاب نے ایک صدی کے دوران ہی دنیا کے تین براعظموں تک اپنا دائرہ وسیع کر لیا تھا۔

وہ سماجی تغیرات اور معاشرتی تبدیلیاں کیا تھیں، ان پر گفتگو بہت زیادہ وقت اور تفصیل کا تقاضا کرتی ہے، جس کی یہ مختصر نشست متحمل نہیں ہے، اس لیے معاشرتی زندگی میں اس حوالہ سے رونما ہونے والی تبدیلیوں کا مختصراً صرف اس طور پر ہی تذکرہ کیا جا سکتا ہے کہ انسانی زندگی کے چند اہم دائروں میں رونما ہونے والی بڑی تبدیلیوں میں سے چند کا ذکر کر دیا جائے۔ چنانچہ صرف تعارفی انداز میں ایک فہرست کی صورت میں ان تغیرات کا ذکر کروں گا جن سے قرآن کریم کے نزول اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے بعد انسانی معاشرہ روشناس ہوا۔ ان میں سے پہلا دائرہ عقیدہ کا ہے کہ جناب رسول اللہ کی بعثت مبارکہ کے وقت ہر طرف شرک اور بت پرستی کا دور دورہ تھا، ہر قبیلے نے اپنے معبود الگ تراش رکھے تھے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے گھر خانہ کعبہ کے ماحول میں بھی سینکڑوں بتوں کی پوجا کی جاتی تھی جبکہ بیت اللہ کے سامنے کھڑے ہو کر لوگ غیر اللہ کی عبادت کرتے تھے اور انہیں اپنا مشکل کشا اور حاجت روا کہہ کر پکارتے تھے۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بت پرستی اور شرک کے اس ہمہ گیر ماحول کو مسلسل محنت اور جدوجہد کے ذریعے ختم کیا کہ آپ کے وصال کے وقت پورے جزیرۃ العرب میں نہ کوئی بت خانہ قائم رہا تھا، نہ کوئی بت موجود تھا اور نہ ہی بت پرستی اور شرک کا ماحول کسی طرف دکھائی دے رہا تھا۔

دوسرا بڑا دائرہ معاشرتی اور خاندانی زندگی کا تھا جس کے تغیرات اور تبدیلیوں کی نوعیت کچھ اس طرح تھی کہ: زندہ درگور کی جانے والی بچی کو زندگی کا حق مل گیا، عورت کا زندگی کا حق تسلیم کیا گیا اور عورت کو زندگی کے حق سے محروم کر دینے کی معاشرتی روایت کا خاتمہ ہو گیا۔ عورت کو وراثت کا

حق مل گیا اور اس کی مالی خودمختاری کو تسلیم کر لیا گیا۔ عورت کو رائے کا حق اور اپنے بارے میں فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل ہو گیا۔ باقاعدہ زندگی بھر کے لیے نکاح کے سوا مرد و عورت کے جنسی تعلق کی وہ تمام صورتیں ممنوع قرار دے دی گئی تھیں جو اس معاشرہ میں جنسی تعلق کی جائز صورتیں سمجھی جاتی تھیں۔ زنا کو نسب کا سبب تسلیم کرنے سے انکار کر دیا گیا اور زنا کی سنگین سزا مقرر کی گئی۔ تین سے زیادہ طلاقوں کا حق ختم کر دیا گیا اور مسلسل (مرحلہ وار) طلاقیں دیتے ہوئے عورت کو معلق رکھنے کی مکروہ معاشرتی روایات کا خاتمہ کر دیا گیا۔ چار سے زائد شادیوں کی ممانعت کر دی گئی اور جن لوگوں نے اس سے زیادہ شادیاں کر رکھی تھیں، ان کی چار سے زائد بیویوں کو ان سے الگ کر دیا گیا۔ لوگ بیوی کے پاس نہ جانے کی قسم اٹھا کر اسے لمبے عرصے تک لٹکائے رکھتے تھے، قرآن کریم نے حکم دیا کہ ایسی قسم اٹھانے والے خاوند اگر چار ماہ کے اندر رجوع نہیں کریں گے تو نکاح ختم ہو جائے گا۔ لوگ بیوی کو ماں بہن کہہ کر حرام کر لیتے تھے، قرآن کریم نے کہا کہ زبان کے ساتھ کہہ دینے سے کوئی عورت ماں یا بہن نہیں بنتی، البتہ اس قبیح حرکت کا کفارہ دینا ہو گا۔

منہ بولے بیٹے اور دیگر زبانی رشتوں کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا گیا۔ اس طرح خاندانی نظام میں جو تبدیلیاں قرآن کریم اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیں ان کی فہرست بہت طویل ہے جن میں سے چند ایک کا میں نے تذکرہ کیا ہے جن کی وجہ سے خاندانی نظام کا پورا ڈھانچہ تبدیل ہو چکا تھا۔ تجارت و معیشت کے دائرہ میں سود، سٹہ اور جوئے کو ممنوع قرار دیا گیا۔ بیچی جانے والی چیز اور اس کی قیمت کے واضح تعین کے بغیر تمام مبہم سودے ناجائز قرار پائے، معیشت و تجارت کے تمام شعبوں میں حلال و حرام کے واضح اصول اور احکام طے کر دیے گئے اور تجارت کا ایک صاف ستھرا نظام متعارف ہوا۔ رشوت، چوری، ڈکیتی، فریب کاری اور غصب و جبر کے ذریعے حاصل کی جانے والی دولت کو حرام قرار دیا گیا۔

بیت المال کی صورت میں فلاحی ریاست ’’ویلفیئر اسٹیٹ‘‘ کو متعارف کرایا گیا اور ریاست و حکومت کو شہریوں کی ضروریات کا کفیل اور ذمہ دار قرار دیا گیا جس سے خاندانی نظام کی طرح تجارتی اور معاشی نظام مکمل طور پر تبدیل ہو گیا۔

سیاسی حوالہ سے اتنی بڑی تبدیلی ہوئی کہ اس نے نہ صرف جزیرۃ العرب بلکہ پوری دنیا کا نقشہ بدل کر رکھ دیا۔ اس خطہ کے لوگ قبائلی سسٹم کے طور پر زندگی بسر کر رہے تھے اور ریاست و حکومت کے تصور سے ناآشنا تھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ’’ریاست مدینہ‘‘ قائم کر کے حکومت و ریاست کا سسٹم متعارف کرایا جو ابتدا میں مدینہ منورہ اور ارد گرد کے محدود علاقہ میں تھا لیکن اس نے صرف دس سال کے عرصہ میں پورے جزیرۃ العرب کو حصار میں لے لیا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال تک یمن، بحرین اور نجران بھی اس ریاست و حکومت کا حصہ بن چکے تھے۔ جبکہ اسی ریاست و حکومت نے حضرت ابوبکرؓ کے دور میں ’’خلافت‘‘ کا عنوان اختیار کیا اور وہ صرف ایک صدی کے دوران دنیا کے تین براعظموں تک پھیل گئی، اس طرح ریاست و حکومت کے تصور سے ناواقف لوگ ’’عالمی حکومت‘‘ کے نظام اور انٹرنیشنل سسٹم سے متعارف ہوئے۔

جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ صرف ریاست و حکومت کا تصور دیا اور اسے عملاً قائم کر کے دکھایا بلکہ اس کی نظریاتی بنیادیں بھی متعین کر دیں۔ چنانچہ آپ نے اپنے دس سالہ دور حکومت میں قرآن کریم اور وحی الٰہی کو تمام تر فیصلوں کی بنیاد بنایا اور آپ کے جانشین حضرت ابوبکرؓ نے خلافت کی بنیاد قرآن و سنت کو قرار دیتے ہوئے اپنے پہلے خطبہ میں واضح اعلان کر دیا کہ وہ حکومت کا نظام قرآن و سنت کے دائرہ میں چلانے کے پابند ہیں اور قرآن و سنت سے خدانخواستہ انحراف کی صورت میں ملک کے شہریوں پر ان کی اطاعت فرض نہیں ہے۔ گویا حکومت اور شہریوں کے درمیان تعلق اور وفاداری کی اساس ہی قرآن و سنت قرار پائی اور اس طرح ایک نظریاتی حکومت و ریاست دنیا کے سامنے آئی۔

یہ صرف چند معاشرتی دائروں کی کچھ سماجی تبدیلیوں اور معاشرتی تغیرات کا میں نے ذکر کیا ہے۔ جبکہ اس سماجی انقلاب نے انسانی زندگی کے تمام شعبوں اور سطحوں کو مکمل انقلاب سے دوچار کر دیا تھا اور تاریخ کے پاس اسے اسلام کا اعجاز اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تسلیم کرنے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہے کہ قرآن کریم نے صرف ربع صدی کے عرصہ میں انسانی سماج کے ایک بڑے حصے کو ہمہ گیر انقلاب سے عملاً روشناس کرایا جو تھوڑے ہی عرصہ میں عالمی نظام کی صورت اختیار کر گیا اور پھر اس نے ایک ہزار سال سے زیادہ عرصہ تک نسل انسانی کے ایک بڑے حصے پر حکمرانی کی۔

(باقی صفحہ 25 پر)

امیر المومنین سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ

فضائل ومناقب

حافظ بلال بشیر

شاہنشاہِ وِلایت، پروردۂ فیضِ نبوّت، امیر المومنین خلیفہ چہارم، سیدنا ابوالحسن علی ابنِ ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم عبدمنافؓ تاریخِ اسلام کی وہ ہستی ہیں جن کے علّو مرتبت، رِفعت وعظمت اور عقیدت ومحبت میں ہر اہلِ ایمان رطب اللسان ہے۔ داماد رسول اسلام، مہاجرین وانصار کے امام اباالحسنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ 13 رجب المرجب کو پیدا ہوئے۔ آپ کا نام علی، لقب حیدر و مرتضیٰ، کنیت ابوالحسن اور ابوتراب ہے، آپؓ کا نسب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بہت قریب ہے، آپ رضی اللہ عنہ کے والد ابوطالب اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے والد ماجد حضرت عبد اللہ دونوں بھائی بھائی ہیں، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ فاطمہ بنت اسد تھیں۔ ماں باپ دونوں طرف سے آپ ہاشمی ہیں۔ سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ میں ہاشمی سرداروں کی تمام خصوصیات موجود اور چہرے سے عیاں تھیں۔ عبادت وریاضت کے آثار بھی چہرے پر موجود تھے، چہرے پر مسکراہٹ اور پیشانی پر سجدے کے نشان، معمولی لباس زیب بدن فرماتے، آپ کا عبا اور عمامہ بھی سادہ تھے، گفتگو علم و حکمت اور دانائی سے بھرپور ہوتی، بچپن سے نہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ رہے، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہی کی آغوشِ محبت میں پرورش پائی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ان کے ساتھ بالکل فرزند کی طرح معاملہ کیا اور اپنی دامادی کا شرف بھی عطا فرمایا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی سب سے چھوٹی اور لاڈلی بیٹی خاتونِ جنت سیدہ حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کے ساتھ آپ کا نکاح ہوا اور ان سے آپ کی اولاد ہوئی، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں جو لوگ اعلیٰ درجے کے فصیح وبلیغ اور اعلیٰ درجے کے خطیب اور شجاعت وبہادری میں سب سے فائق مانے جاتے تھے ان میں آپ کا مقام و مرتبہ بہت نمایاں تھا، خلیفہ چہارم سیدنا حضرت علی المرتضیٰؓ میدانِ جنگ میں تلوار کے دھنی اور مسجد میں زاہدِ شب بیدار تھے، مفتی وقاضی اور علم وعرفان کے سمندر تھے، عزم وحوصلہ میں ضرب المثل، خطابت و ذہانت میں بے مثل، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے چچا زاد بھائی اور داماد، فضیلتیں بے شمار، سخی وفیاض، دوسروں کا دکھ بانٹنے والے، عابد وپرہیزگار، مجاہد و جاں باز ایسے تھے کہ نہ دنیا کو ترک کیا، نہ آخرت سے کنارہ کشی فرمائی، ان سب کے باوجود نہایت سادہ زندگی گزارتے، نمک، کھجور، دودھ، گوشت سے رغبت تھی، غلاموں کو آزاد کرتے، دورِ خلافت میں بازاروں کا چکر لگا کر قیمتوں کی نگرانی فرماتے، گداگری سے لوگوں کو روکتے تھے، جب نماز کا وقت آتا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بدن پر لرزہ طاری ہوجاتا اور چہرے پر زردی چھا جاتی، کسی نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا: ”اس امانت کی ادائیگی کا وقت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر اتارا تو وہ اس بوجھ کو اٹھانے سے عاجز ہوگئے۔

سیدنا علی کرّم اللہ وجہہ کے فضائل ومناقب قرآن وحدیث سے ثابت ہیں۔ قرآنی احکام کے مطابق کسی بندے کے لئے اس سے بڑا کوئی اعزاز نہیں ہوسکتا کہ اُسے رضائے الٰہی کی سند مل جائے۔ طبرانی میں ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت علی سے فرمایا: ”اے علی! اللہ، اس کا رسول اور جبریل تم سے راضی ہیں تمہیں ان سب کی رضا حاصل ہے۔“ امام بخاری نے نقل کیا ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ بے شک اللہ اور اس کا رسول علی کو محبوب رکھتے ہیں اور علی، اللہ اور اس کے رسول کو محبوب رکھتا ہے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: اے علی تم سے محبت رکھنے والا مومن ہوگا اور تم سے بُغض رکھنے والا منافق ہوگا۔ (مسلم شریف) اور صحیح حدیث میں ہے کہ سرکارِ دوعالم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ ”علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں اور علی ہر مومن کے ولی ہیں۔“ (ترمذی شریف) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم فرمارہے ہیں کہ علی مجھ سے ہیں یعنی میرے اہل اور پیاروں میں سے ہیں اور میں علی سے ہوں یعنی علم و حکمت اور شجاعت وہمت کے لحاظ سے علی سے ظاہر ہوں گویا علی میں میرے کمالات کا فیض ہے اور پھر فرمایا: علی ہر مومن کا ولی ہے اور پہلے ارشاد میں فرمایا کہ

مومن علی سے محبت اور منافق بُغض رکھے گا۔

ان ارشادات سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت وہ ہے جو ایمان کی کسوٹی ہے۔ مومن کی پہچان ہی علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت ہے اور منافق کی پہچان علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بُغض ہے۔

حضرت علی کرّم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میرے معاملے میں دو قسم کے لوگ ہلاکت کا شکار ہوں گے۔ ایک وہ طبقہ لوگوں کا ہلاک ہوگا جو محبت میں مجھے حد سے بڑھانے والا ہوگا اور وہ محبت انہیں غیرِ حق کی طرف لے جائے گی اور دوسرا طبقہ وہ جو کہ بُغض میں مجھے مرتبے سے گھٹانے والا ہوگا اور یہ بُغض انہیں غیرِ حق کی طرف لے جائے گا اور میرے معاملے میں سب سے بہتر حال درمیانی جماعت کا ہے، پس اُسی کو لازم کرلو اور اُس درمیانی بڑی جماعت کے ساتھ وابستہ رہو کیوں کہ اللہ کا ہاتھ اسی جماعت پر ہے۔ آگاہ ہوجاؤ! اِس جماعت سے علیحدہ ہونے والا اسی طرح شیطان کا شکار ہوجائے گا جس طرح وہ بکری بھیڑیئے کا شکار ہوجاتی ہے جو گلے اور ریوڑ سے الگ ہوجاتی ہے" (نہج البلاغۃ)

اگر اس فرمانِ علی کو دیکھا جائے تو یہ شریعت وسنّت کے عین مطابق ہے کیوں کہ قرآن وحدیث بھی ہر مسلمان کو افراط وتفریط سے پاک درمیانے درجے پر استقامت کی تعلیم دیتے ہیں، اعتدال اور میانہ رَوی ہی خدا و رسول کو پسند ہے۔ فرمانِ رسولِ خدا کے مطابق حضرت علی کی محبت علامتِ ایمان ہے اور یہ محبت خدا و رسول کی محبت کے سبب سے ہے اس لئے حد سے افراط بھی غلط ہے اور بغضِ علی علامتِ نفاق ہے اور کسی مسلمان کے لئے کینہ رکھنے والا بخششِ خداوندی سے محروم رہتا ہے تو برادرو دامادِ رسول اور امام المتقین سیّدنا علی کا بُغض رکھنے والا کس طرح رحمت ومغفرتِ الٰہی حاصل کرسکے گا۔

علم وحکمت، تقویٰ وزہد، شجاعت وجرأت، فضل وکمال ہر طرح سے سیرتِ مرتضیٰ تابندہ ودرخشندہ ہے۔ تقویٰ کا یہ عالم ہے کہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شرابی کسی نہر میں نہائے اس نہر کا پانی کسی کھیت کو لگے، اس کھیت میں سبزہ ہوجائے اور وہ سبزہ کوئی گائے کھالے تو میں اس گائے کا دودھ بھی نہیں پیوں گا۔ علم وحکمت کا یہ احوال ہے کہ فرماتے ہیں جو شخص مجھ سے کوئی بھی سوال کرے میں اُس کا جواب قرآن سے دوں گا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت کا یہ انتہائی اہم پہلو ہے کہ آپ محنت ومزدوری کا کام جسے آج کل معمولی اور حقیر سمجھا جاتا ہے، اپنے ہاتھوں سے انجام دیا کرتے تھے۔ آپ یہودی کے باغ میں مزدوری کرتے تھے۔ آپ نے مدینہ کے اردگرد کھجور کے کئی باغ لگائے ان کو خود پانی دیتے تھے، ان کی خود دیکھ بھال کرتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے دنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد ایک انتہائی نازک گھڑی اور آزمائش اس امت کے لیے تھی اور بہت سارے خدشات پیدا ہورہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے دستگیری فرمائی اور امت پہلے خلیفہ کے طور پر سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت پر جمع ہوگئی۔ دیگر تمام اصحاب کی طرح حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی آپ سے بیعت کی اور آپ کی خلافت کی تکمیل تک آپ کے تابع فرمان رہے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد جو منصب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچا۔ یہاں بھی سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہ صرف بیعت فرمائی بلکہ ان کے بھی تابع فرمان رہے۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد متفقہ طور پر یہ منصب سیدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچا اور حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی نہ صرف بیعت کی بلکہ اُن کے تابع فرمان بھی رہے اور ان تینوں خلفائے راشدین کے مشیر بھی رہے، سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت شیر خدا سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے سپرد فرمائی، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ عدل وانصاف کا زمانہ تھا منافقین دن رات محنت کرکے مسلمانوں کے درمیان افتراق وانتشار پیدا کرنے کی کوشش میں لگے رہتے تھے ان منافقین کی ڈوریں کفار کے ہاتھ میں ہوتی تھیں کیوں کہ مسلمانوں کی فتوحات نے قیصر وکسریٰ کے محلات کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا پھر ایک ہی دن خوارج کی طرف سے تین قاتلوں کو تین صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے قتل کے لیے روانہ کیا گیا، جس میں سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور کاتب وحی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر چھپ کر مسجد میں نماز کے وقت حملہ کیا گیا۔ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ جمعہ کے روز سحر کے وقت شہید ہوئے۔ رمضان کے 17 روزے ہوچکے تھے، تریسٹھ سال کی عمر میں آپ نے سفر آخرت اختیار فرمایا۔ بعض تاریخی روایات کے مطابق آپ کی شہادت کی تاریخ 21 رمضان بتلائی جاتی ہے جو کہ مشہور ومعروف ہوچکی ہے۔ آپ کی خلافت کی مدت چار سال نو ماہ ہے۔ نماز جنازہ آپ کے صاحبزادے حضرت حسنؓ نے پڑھائی اور کوفے کے دارالامارہ میں تدفین ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سیدنا علی المرتضیٰ سے محبت اور ان کی طرح اتباع سنت کے ساتھ زندگی بسر کرنے کی توفیق دے۔ آمین! ☆☆

دو روزے

حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

”اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔“

میرے بھائیو! سب سے پہلے تو آپ کو رمضان المبارک کی سعادت ملنے اور رمضان المبارک میں روزے رکھنے اور اس کام کے لیے توفیق الٰہی پر مبارک باد دیتا ہوں۔ یہ معمولی نعمت نہیں ہے۔ اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے بڑے وعدے فرمائے ہیں، اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی بشارتیں سنائی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”من صام رمضان ایماناً واحتساباً غفرلہ ماتقدم من ذنبہ“ کہ جس نے رمضان کے روزے رکھے، اللہ کے وعدوں پر یقین کرتے ہوئے اور اس کے اجر وثواب کی لالچ میں، تو اس کے سب پچھلے گناہ معاف ہو گئے۔ اور یہ بظاہر آخری جمعہ ہے، جمعۃ الوداع ہے۔ اس کے بعد جو روزے باقی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو رکھنے کی توفیق مرحمت فرمائے اور شب قدر کی دولت ونعمت بھی عطا فرمائے، ہماری اور آپ کی عاجزانہ دعاؤں کو اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، جو اس مہینہ میں کی گئیں۔

اب میں آپ کے سامنے بظاہر ایک نئی بات کہنے والا ہوں، لیکن وہ نئی بات نہیں ہے، وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے ماخوذ ہے، اور قرآن مجید پر مبنی ہے لیکن بہت سے بھائیوں کے لیے نئی ہوگی، اور نئی چیز کی ذرا قدر ہوتی ہے اور اس سے آدمی کا ذہن ذرا تازہ، بیدار اور متوجہ ہوجاتا ہے۔ وہ نئی بات یہ ہے:

روزے دو طرح کے ہیں: ایک چھوٹا روزہ ایک بڑا روزہ:

چھوٹے روزے کی تحقیر مقصود نہیں، صرف زمانی اور وقتی لحاظ سے کہہ رہا ہوں۔ چھوٹا روزہ کتنا ہی بڑا ہو، ۱۳ گھنٹہ، ۱۴ گھنٹہ کا روزہ ہوگا، بعض ملکوں میں جہاں دن اس زمانہ میں بڑا ہوتا ہے اس سے کچھ زیادہ۔ یہ وہ روزہ ہے جو بلوغ پر مسلمان پر فرض ہو جاتا ہے، وہ صبح صادق سے شروع ہوتا ہے اور غروبِ آفتاب تک قائم رہتا ہے۔ اس روزہ کا ایک قانونی ضابطہ اور اس کے کچھ شرعی احکام ہیں جو آپ کو معلوم ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ اس روزہ میں آدمی کھا پی نہیں سکتا اور ان تعلقات و معاملات کا لطف نہیں حاصل کر سکتا جن کی اور دنوں میں اجازت ہے۔ یہ روزہ چاہے ۲۹ دن کا ہو یا ۳۰ دن کا، اس میں محدود پابندیاں ہیں۔ رمضان کے اس روزے سے لوگ واقف اور اس کے قوانین واحکام پر عامل ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ غور کریں کہ اس روزے کے علاوہ اور کون سا روزہ ہے جو اپنے وقت اور رقبہ میں اس سے بڑا ہے، گرمی کے روزے اور بڑے ہوتے ہیں اور اس روزے کے علاوہ اور کون سا بڑا روزہ ہوگا، کیا شش عید کا روزہ بتانے والا ہوں، یا پندرھویں شعبان کا؟ کون سا روزہ بتانے والا ہوں۔

بڑا روزہ ہے: اسلام کا روزہ! اسلام خود ایک روزہ ہے اور یہ سب روزے اور عیدین بھی، بلکہ روزہ، نماز یہاں تک جنت بھی، جو اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا، وہ سب اس کے طفیل ہی ہے۔ اصل بڑا روزہ، اسلام کا روزہ ہے۔ وہ کب ختم ہوتا ہے، کب شروع ہوتا ہے، یہ بھی سن لیجیے۔

جو خوش قسمت انسان مسلمان گھر میں پیدا ہوا، اور وہ شروع سے کلمہ گو ہے، اس پر بلوغ کے بعد ہی یہ طویل مسلسل روزہ فرض ہو جاتا ہے اور جو اسلام لائے، کلمہ پڑھے، یہ روزہ اس پر اسلام قبول کرنے کے وقت شروع ہوتا ہے۔

اور یہ روزہ کب ختم ہوگا، یہ بھی سن لیجیے۔ رمضان کا روزہ اور نفلی روزہ تو غروب آفتاب پر ختم ہو جاتا ہے، مگر اسلام کا روزہ تو آفتاب عمر کے غروب ہونے پر ختم ہوگا۔

رمضان کے روزہ و نفلی روزہ کا افطار کیا ہے۔ آپ عمدہ سے عمدہ مشروب اور لذیذ سے لذیذ غذا سے افطار کر سکتے ہیں۔ زیادہ مشروبات اور ماکولات کا نام سن کر آپ کے منہ میں پانی آ جائے گا اور شوق پیدا ہو جائے گا، اس لیے میں

ان کا نام نہیں لیتا۔ وہ روزہ زمزم سے کھلتا ہے، وہ روزہ ٹھنڈے پانی سے کھلتا ہے، یا دوسرے مشروبات سے یا کھجور وغیرہ سے کھلتا ہے۔ اور زندگی کا یہ طویل و مسلسل روزہ کس سے کھلے گا؟ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول اللہ محبوب رب العالمین، شفیع المذنبین، سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے جامِ طہور، جامِ کوثر سے کھلے گا۔ اگر وہ روزہ پکا ہے اور آپ نے اس روزے کی شرائط پوری کر دی ہیں اور محض اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کے فضل سے ہم دنیا سے کلمہ پڑھتے ہوئے گئے، ہماری روح اس حال میں نکلی، کہ ہماری زبان پر کلمہ تھا اور ہم ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ کہہ رہے تھے، ہمارے دل میں نور ایمان تھا، ہمارے دماغ میں اللہ سے ملاقات اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل کرنے کا شوق تھا، تو وہ روزہ اس وقت ختم ہوتا ہے۔ اس کا افطار کیا ہے اس کی ضیافت کیا ہے؟ وہ ہے جس ضیافت پر آدمی اپنی جان دے دے اور اللہ کے بندوں نے جان دی ہے۔ سیکڑوں اور ہزاروں لاکھوں آدمیوں نے اس شوق میں جان دی ہے، کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار نصیب ہو، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہم جب ہوں تو وہ ہم سے خوش ہوں، راضی ہوں، جہاد کے واقعات، غزوات اور جنگوں کے واقعات پڑھئے۔ لوگوں نے خوشی خوشی جانیں دیں، بلکہ ایسا شوق تھا کہ ایک بچہ احد کی جنگ کے موقع پر آیا۔ اس نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بھی جہاد کرنے کی اجازت دیجیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ابھی تم چھوٹے ہو۔“ اس نے کہا: نہیں چھوٹا نہیں، میں لڑسکتا ہوں۔ اس نے بڑی خوشامد کی، کسی نے سفارش بھی کی تو آپ نے اجازت دے دی۔ دوسرے صاحبزادے آئے جو ذرا چھوٹے تھے، کہنے لگے: آپ نے انھیں اجازت دی تھی، مجھے بھی اجازت دے دیجیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم ابھی بچے ہو۔“ اس نے عرض کیا: آپ ہماری کشتی کرا کر دیکھ لیجیے۔ اگر میں اس کو پچھاڑ دوں تو مجھ کو اجازت دے دیجیے۔ یہ بچوں کا شوق تھا، کشتی ہوئی، اس نے واقعی پچھاڑ دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی اجازت دے دی اور وہ شہید بھی ہوئے۔ ابوجہل کو دیکھ کر دونوں بھائیوں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے کہا کہ ہمیں ابوجہل کو دکھایئے، ہم نے سنا ہے کہ اس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی ہے، میں یہ شرف حاصل کرنا چاہتا ہوں، ابوجہل کے بتانے پر دونوں لپک پڑے اور اس کا کام تمام کر دیا۔

اس چھوٹے روزہ کا حکم اور اس کی پابندیاں سب کو معلوم ہیں۔ سب روزہ دار کھانے پینے سے اور ان تمام چیزوں سے بچتے ہیں جو ممنوع ہیں، لیکن اس بڑے روزہ کا خیال بہت کم لوگوں کو ہے حالانکہ یہ روزہ ہم لوگوں کو اس بڑے روزہ کے طفیل ہی ملا ہے، اس بڑے روزہ کی برکت سے ملا ہے، یوں سمجھئے کہ اس بڑے روزہ کے انعام میں ملا ہے، اور عید بھی اسی روزے کے طفیل میں ملی ہے۔ اگر اسلام نہ ہوتا تو نہ نماز ہوتی، نہ روزہ ہوتا۔ اور دیکھ لیجیے جہاں اسلام نہیں، وہاں نہ نماز ہے نہ روزہ، نہ کلمہ ہے، نہ اللہ پر یقین ہے، نہ اس کے واحد ہونے کا یقین ہے، نہ حشر کا نہ روز قیامت کا، نہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا، یہ سب دولت ایمان ہم کو اسلام کے طفیل ملی ہے۔ ہم گناہ بھی نہیں کر سکتے کہ کیا کیا دولتیں ہم کو اسلام کے طفیل ملی ہیں۔ اسلام کے طفیل میں آدمیت ملی ہے، انسانیت ملی ہے، عزت ملی ہے، طاقت ملی ہے، روحانیت ملی ہے، اور مرنے کے بعد قیامت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت ملے گی، اس کا تو پوچھنا ہی کیا۔ ”وما لا عین رأت و لا اذن سمعت، ولا خطر علٰی قلب بشر“ نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی کے دل میں اس کا خیال گزرا۔ تو اس (طویل و مسلسل) روزے کا لوگوں کو کم خیال آتا ہے۔ اب ہم آپ کو بتاتے ہیں، معلوم نہیں پھر کبھی ہماری آپ کی ملاقات ہو یا نہ ہو اور ہمیں کچھ کہنے سننے کا موقع ملے یا نہ ملے، بڑے کام کی بات آپ سے کہہ رہا ہوں کہ اس روزہ (رمضان کے روزہ یا نفلی) میں پانی پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، کھانا کھانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، یہ روزہ ٹوٹ جائے تو ساٹھ روزے رکھنے چاہئیں، تب ان کی قضا ہوگی، لیکن وہ روزہ جو اسلام کا روزہ ہے اس کا بہت کم لوگوں کو خیال ہے، ہم بتاتے ہیں کہ اس میں کیا کیا چیزیں منع ہیں۔ اس میں کھانے پینے کی محدود چیزیں جو حرام ہیں، منع ہیں۔ اس میں شرک منع ہے۔ سب سے بدتر چیز جو اللہ کو ناپسند ہے، وہ یہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”اِنَّ اللہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ“

قرآن مجید میں صاف آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں فرمائے گا، باقی جس کو چاہے گا، معاف فرمادے گا۔

شرک کیا ہے، آپ سن لیجیے۔ اس کو سب برا سمجھتے ہیں۔ آپ بھی برا سمجھتے ہوں گے۔ عقیدہ یہ ہے کہ کارخانہ عالم اللہ کا بنایا ہوا ہے اور وہی چلا رہا ہے: ’’اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ۔‘‘ اسی کا کام ہے پیدا کرنا، اسی کا کام ہے چلانا، اسی کو مانتے ہیں کہ خالق ارض وسمٰوات اور کائنات چلانے والا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے، لیکن بہت سے بھائی ایسے ہیں جن کے دل میں اور کبھی ان کے دماغ میں یہ بات پورے طور سے جذب نہیں ہوتی کہ کائنات کا چلانے والا بھی اللہ تعالیٰ ہے۔ وہ ایسا سمجھتے ہیں کہ کارخانہ عالم تو اللہ نے بنایا، "کن فیکون" کہہ دیا بس بن گئی، لیکن چلانے میں دوسری ہستیاں شریک ہیں، جیسے کوئی بادشاہ اپنی مرضی سے کوئی کام کسی کے سپرد کر دے، کسی کے ذمہ کر دے، بھائی تم خیرات بانٹا کرو، تم دیکھو کھانے پینے کا خیال رکھنا، غلہ پہنچا دو، کچھ پہنچا دو جس کی ضرورت ہو، کوئی بیمار ہو، اس کو شفا دے دو، کسی کے اولاد نہیں ہے، اس کو اولاد عطا کرو، کوئی کسی مصیبت میں گرفتار ہے، اس کی خلاصی کر دو، کس کا مقدمہ جتا دو وغیرہ وغیرہ۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبول بندوں کے ذمہ کچھ کارخانے کر دیئے ہیں تو اس میں اللہ کی شان کے خلاف کوئی بات نہ ہوگی، ان کی قبولیت اور بزرگی کی وجہ سے اپنے ارادہ سے سپرد کیا ہے اور جب چاہے گا، لے لے گا۔

لیکن ایسا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میرا ہی کام ہے پیدا کرنا، اور میرا ہی کام ہے چلانا اور حکم دینا ’’اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ۔‘‘

یہ دنیا تاج محل نہیں ہے کہ شاہجہاں بنا کر چلے گئے، اب اس کے بعد کوئی چاہے دیوار پر کچھ لکھ دے، دھبہ لگا دے، کھونچا لگا دے، کوئی حصہ توڑ دے، وہ کچھ نہیں کر سکتے، ان کے بس میں کچھ نہیں، اور شاہجہاں کیا خواہ بڑے سے بڑا بادشاہ اور حکمراں ہو۔

لیکن کارخانہ یعنی کارخانہ عالم پورے طور سے اسی کے قبضہ اور اختیار میں ہے، وہی خالق کائنات ہے، ہر چیز کا پیدا کرنے والا اور وجود بخشنے والا ہے، اور وہی حکمراں، سیاہ سپید کرنے والا، جلانے مارنے والا، روزی اور اولاد دینے والا ہے۔ ’’اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ۔‘‘ اولاد دینا، روزی دینا، قسمت اچھی بری کرنا، ہرانا جتانا، اور کسی کو عزت دینا، کسی کی آئی ہوئی بلا کو ٹال دینا، یہ سب اللہ کے قبضہ میں ہے اور ہمیشہ سے ہمیشہ رہے گا۔ اس دنیا کا ایک پتا بھی اور ایک ذرہ بھی اس کے حکم کے بغیر ہل نہیں سکتا، پوری باگ ڈور عنان حکومت اور کنجی اس کے ہاتھ میں ہے۔

ایک بات تو یہ ہے کہ توحید کامل ہونی چاہیے۔ اولاد وہی دے سکتا ہے، روزی وہی دے سکتا ہے، عزت وہی دے سکتا ہے، جلانا مارنا اسی کا کام ہے، یہ نہ کسی ولی کے قبضہ میں ہے، نہ کسی قطب کے قبضہ میں ہے، نہ کسی غوث کے قبضہ میں ہے، نہ کسی ابدال کے قبضہ میں ہے۔ ایک بات یہاں سے لے کر جایئے پہلے عقیدۂ توحید کو جانچیے، کہ آپ اللہ ہی کو مسبب الاسباب سمجھتے ہیں اور خالق ورازق سمجھتے ہیں۔

ایک بات تو یہ، اور اس کے بعد دوسری بات، قیامت کا یقین وآخرت کا یقین ہے اور اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری پیغمبر ماننا، خاتم النبیین، سید المرسلین، شفیع المذنبین کا محبوب رب العالمین ماننا، اور یہ ماننا کہ شریعت انھی کی چل رہی ہے اور قیامت تک چلے گی، اور آخرت میں کام آئے گی۔ قیامت تک اور کسی کی شریعت نہیں چلے گی۔ اگر کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نئی شریعت لے کر آئے تو وہ کذاب اور دجال ہے، ملحد ہے، دین کا باغی ہے، اور واجب القتل ہے۔ شریعت شریعت محمدی ہے اور وہی قیامت تک چلے گی اور ہر جگہ چلے گی۔ اس پر جو چلے گا وہ ہی فلاح یاب ہوگا، اور سرخرو ہوگا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم حبیب خدا ہیں، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرے خدا اس سے محبت کرتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’لا یومن احدکم حتی اکون احب الیه من والده وولده والناس اجمعین۔‘‘

ترجمہ: ’’تم میں سے کوئی مومن نہیں جب تک کہ میں اسے اپنے باپ سے، بیٹے سے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔‘‘

یہ مرتبہ اور کسی بزرگ، ولی کیا چیز، کسی نبی اور رسول کو بھی نہیں ملا۔ یہ مرتبہ خدا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے رکھا تھا، ایک تو یہ کہ آپ پر ایمان بھی ہو، عقیدہ بھی ہو، محبت بھی ہو، اور شفاعت کا شوق بھی ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ میں شریعت پر چلنے کا اہتمام بھی ہو، آپ پوچھیں، آپ کے اندر جذبہ اور جستجو اس بات کی پیدا ہو کہ مسئلہ بتایئے۔ لیکن افسوس ہے کہ مسلمانوں میں یہ بات پورے طور پر نہیں ہے۔ شادی بیاہ کس طریقہ پر ہو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کا کیا طریقہ کار تھا، خوشی کا اظہار اور غم کا اظہار بھی

شریعت وسنت کے مطابق ہونا چاہیے۔ ماتم کرنا، گانا بجانا، یہ تزک و احتشام، دھوم دھام اور شادیوں میں وہ سب کام کرنا، چاہے سود لے کر اور زمینیں بیچ کر، رشوت لے کر ہو، بس جس سے نام ہو، ہماری حیثیت عرفی بلند ہو، لوگوں میں اونچے سمجھے جائیں، اور یہ جہیز کا مطالبہ اور نہ دینے پر نازیبا سلوک، کہ گردن شرم سے جھک جائے، کیسی بری بات ہے۔ یہ سب شریعت کے خلاف ہے، اللہ کو ناپسند ہے۔ ان سب باتوں میں ہم شریعت کے پابند ہیں، صرف نماز و روزہ میں ہی پابند نہیں ہیں بلکہ زندگی کے تمام شعبوں میں پابند ہیں۔ ہر چیز میں ہمارے لیے نمونہ، اسوۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔" (آل عمران:۳۱)

ترجمہ: "(اے پیغمبر! لوگوں کو) کہہ دو کہ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، خدا بھی تمہیں دوست رکھے گا۔"

تو ایک بات یہ ہے کہ شریعت اسلامی پر عمل ہو اور شریعت کو آپ سمجھیں، کہ وہ پوری زندگی میں نافذ ہے، پوری زندگی میں اس کا سایہ ہے، پوری زندگی اس کے ماتحت ہونی چاہیے۔ یہ نہیں کہ بس نماز و روزہ شریعت کے مطابق ہوں، اس کے لیے مسئلہ پوچھیں، اور نکاح و طلاق، تجارت اور کاروبار میں آزاد ہیں، لاٹری بھی چل رہی ہے، جوا بھی چل رہا ہے، ٹیلی ویژن بھی دن رات چل رہا ہے۔ (جو لہو الحدیث کی بہترین تشریح ہے) اسراف اور فضول خرچی بھی چل رہی ہے، نمود و نمائش بھی جاری ہے، ہمسایہ قوم کی نقالی بھی چل رہی ہے۔

ایک بات تو یہ ہے کہ اس کے بعد روزہ میں جیسے غیبت منع ہے، ایسے ہی اس روزہ میں بھی غیبت منع ہے۔ اسی طرح جھوٹ بولنا، فحش بکنا، رشوت لینا اور رشوت دینا، سود خوری، اسراف اور فضول خرچی ممنوع ہے۔ تو آپ یہ سمجھ کر جائیں روزہ کے بعد ہم آزاد ہیں، ہرگز نہیں، ہم آزاد نہیں ہیں، وہ روزہ برابر چلتا رہے گا، وہ روزہ اب بھی ہے۔ بلکہ وہ اس روزہ پر بھی سایہ فگن ہے، اور یہ روزہ اس روزہ کا جزو ہے جو آپ رکھ رہے ہیں۔ وہ روزہ چلتا رہے گا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے ہمارا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔ یہی سب سے بڑی چیز اور اور تمنا کرنے کی ہے، بلکہ جس کے لیے جان کی بازی بھی لگا دینا چاہیے۔ ہماری آزادی، غریبی، مفلسی، دوستی، دشمنی، کامیابی اور ناکامی، یہ سب گزر جائے گی، بس خاتمہ ایمان پر فرمائے۔ اولیاء اللہ کو اس کی بڑی فکر ہوتی تھی، بلکہ دوسروں سے دعا کراتے تھے، کہ خاتمہ بخیر ہو۔ سب کے دل کو یہ لگی ہوئی تھی، اور اللہ تعالیٰ نے خاتمہ بخیر فرمایا، ان کا ذکر خیر باقی رکھا۔

رمضان ختم ہونے کے بعد آپ یہ نہ سمجھیں کہ چھٹی ہوگئی اب ہم آزاد ہیں جو چاہیں کریں۔ ہرگز ایسا نہیں، آپ بالکل آزاد نہیں ہیں۔ آپ کے گلے میں اسلام کا طوق پڑا ہوا ہے۔ آپ کی تختی، آپ کے شناختی کارڈ پر لکھا ہے کہ آپ مسلمان ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں اس روزہ کا حساب ہوگا اور اس روزہ کا بھی حساب و کتاب ہو گا۔ ہم نے آپ کے سامنے آیت پڑھی:

"اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔"

میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا۔ چاہے کوئی تبدیلی لانا چاہے، سلطنت کہے، بادشاہ کہے، کہ ایسا کرو اور ویسا کرو، بڑے سے بڑا مسلمان اور علم کا دعویٰ کرنے والا کہے، کچھ ہونے کو نہیں۔ جو چیز حرام ہے، قیامت تک حرام رہے گی۔ دنیا میں کسی کو یہ اجازت نہیں اور نہ اس کی مجال ہے کہ اس میں ترمیم کرے۔ شریعت میں اب کوئی ترمیم نہیں ہوسکتی۔ وہ چیزیں جو حرام ہیں، حرام ہی رہیں گی۔

یہاں سے آپ ارادہ کر کے جایئے کہ اگر کسی کی جائیداد آپ کے قبضہ میں ہے اور آپ کی نہیں ہے تو اس روزہ کا تقاضا ہے کہ آپ اس جائیداد کو چھوڑ دیں، اللہ تعالیٰ اس پر بڑا خوش ہو گا، آپ اللہ کے خوف سے ایسا کریں اور کہیں کہ لو اپنی جائیداد، اپنا ترکہ یہ تمہیں مبارک ہو، اب ہم نے توبہ کی ہے تم جھوٹ بولنا، جھوٹی گواہی دینا، دل آزاری کرنا، گالی بکنا، ناجائز، حرام ذرائع، آمدنی، رشوت وغیرہ جن سے پیسے ملتے ہیں، حرام ہی ہیں، اور قیامت تک ناجائز ہی رہیں گے، اسی طرح سود ہے کہ بعض لوگ اس دور پُرفتن میں اس کے جواز کی شکلیں نکال رہے ہیں، کس قدر افسوس ناک بات ہے جس چیز کو شریعت و دین نے حرام قرار دے دیا، قیامت تک حرام ہی رہے گی۔

کوشش یہ کیجیے کہ آپ کا روزہ صحیح طریقہ پر اس کا افطار ہو، شاہ غلام علی صاحب مجددی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نقشبندیہ مجددیہ سلسلہ کے کبار مشائخ میں تھے۔ نواب میر خان نے جوان کے

مرید تھے ارادہ کیا جب انھوں نے سنا کہ حضرت کے یہاں پانچ، پانچ سو آدمی رہتے ہیں اور کھانا کھاتے ہیں اور آپ ہی کو ان کی ضروریات پوری کرنا پڑتی ہیں۔ کوئی آمدنی نہیں، کوئی جائیداد نہیں تو انھوں نے ایک بڑی رقم پیش کرنا چاہی اور کہا کہ حضرت اس کو قبول فرمالیں، فرمایا کہ فقیر نے روزہ رکھا تھا اور جب آفتاب ڈوبنے لگے تو کوئی روزہ نہیں توڑتا۔ اب میرا آفتاب عمر ڈوبنے کے قریب ہے۔ اب کوئی جتنا کہے کہ یہ چیزیں لے لو، یہ دوا کھالو، میں روزہ نہیں کھولوں گا، کہ تمام دن روزہ رکھا اور اب جب افطار کا وقت قریب ہے تو توڑ دوں۔

ہر شخص کو یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ اسلام کا روزہ ہے، ساری عمر کا روزہ ہے کبھی نہیں ٹوٹ سکتا، جو چیزیں حرام ہیں، حرام ہیں، غلط ہیں، غلط ہیں، عقیدہ خالص ہونا چاہیے، سمجھ لیجیے، نہ کوئی قسمت بری بھلی بنا سکتا ہے، نہ کوئی آئی ہوئی بلا کو ٹال سکتا ہے، نہ اولاد دے سکتا ہے، نہ نوکری دلا سکتا ہے، کہ آپ کسی اور سے مانگیں، جو کچھ مانگنا ہو، اسی سے مانگیں جو سمیع و مجیب ہے، وہ فرماتا ہے:

”وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِی عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَالْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّھُمْ یَرْشُدُوْنَ۔“

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ بندہ تجھ سے میرے بارے میں پوچھے تو کہہ دیجیے کہ میں قریب ہوں۔ دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں اور جب وہ دعا کرے۔“

آپ یہاں سے بڑے روزے کا خیال لے کر جائیے خوش ہوئیے، اللہ کا شکر ادا کیجیے، یہ روزہ تو ختم ہو رہا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اور رمضان نصیب کرے۔ مگر زندگی کا کوئی اعتبار نہیں، صحت کا اعتبار نہیں، ہاں وہ مسلسل وطویل روزہ رہے گا، وہ روزہ مبارک ہو، اس روزہ کا خیال رکھیے، وہ روزہ نہ توڑیئے گا، وہ روزہ اگر ٹوٹا تو سب کچھ ٹوٹ جائے گا، سب کچھ بگڑ گیا۔

بس یہی دو روزے ہیں، ایک روزہ ہے قریب المیعاد، وہ ہے رمضان کا روزہ اور دن بھر کا روزہ ہے۔ ایک روزہ وہ ہے جو زندگی کے ساتھ رہے گا، اور مسلمانوں کے لیے جب سے وہ بالغ ہوا، اس دن تک جب تک سانس اور جان میں جان ہے، اور وہ شخص جس نے اسلام قبول کیا اس کا بھی جب تک بدن میں اس کے جان اور روح ہے، اس وقت تک باقی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو توفیق دے کہ ہم اس روزے کو برقرار رکھیں، اس روزے کی حفاظت کریں اور قدر کریں، اور اس روزے پر جئیں اور مریں۔ رب توفنا مسلمین، والحقنا بالصلحین وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین۔

☆☆ .... ☆☆

سہ روزہ دورہ کرک کی تفصیل

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے صوبائی مبلغ حضرت مولانا عابد کمال صاحب نے ضلع کرک کی تینوں تحصیلوں کا تین روزہ دورہ کیا جہاں پر انہوں نے دینی مدارس، مساجد اور اسکولوں میں عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور ردقادیانیت کے موضوع پر بیانات کیے۔ تحصیل کرک میں ضلعی نگران حافظ جاوید انور صاحب اور ضلعی راہنما حاجی محمد اسلم صاحب کے ہمراہ نماز ظہر کے بعد جامع مسجد عمر میٹھا خیل، نماز عصر کے بعد جامع مسجد میٹھا خیل بازار اور نماز مغرب کے بعد مدرسہ اسلامیہ سراج العلوم علی خیل میں پروگراموں سے خطاب کیا۔

14 فروری کو نماز عصر کے بعد GHS کیانڑی پلوسہ سر، HOPE اسکول سسٹم پلوسہ سر، GHS شمشکی پلوسہ سر کے بعد بزرگ عالم دین حضرت مولانا حافظ ابن امین صاحب اور مفتی خالد عثمان صاحب کے ہمراہ مسجد خدہ بانڈہ، نماز مغرب گنڈیری خٹک میں مفتی غنی الرحمن کی مسجد اور نماز عشاء کے بعد جہانگیری خٹک حافظ سرتاج صاحب کی مسجد میں ختم نبوت پروگراموں سے خطاب کیا۔

15 فروری کو تحصیل بانڈہ داؤدشاہ کے VC مکوڑی کے اراکین یونٹ، نماز عصر کے بعد مسجد قاری محمد عارف صاحب احمدی بانڈہ اور بعد نماز مغرب مسجد مفتی محمد اشفاق صاحب ویلیج کونسل ٹیری میں پروگراموں سے خطاب کیا۔ مولانا نورزمان صاحب اور مولانا علی عثمان صاحب کے ہاں تعزیت کے بعد حافظ جاوید انور صاحب اور حاجی محمد اسلم صاحب کے ہمراہ جمعیت علماء اسلام ضلع کرک کے جنرل سیکرٹری حضرت مولانا مفتی محمد اعجاز صاحب اور حاجی حضرت خان کے ساتھ خصوصی ملاقات کر کے پشاور کو عازم سفر ہوئے۔

(رپورٹ: مولانا محمد ابراہیم ادہمی)

لیلۃ القدر اور نزولِ قرآن

جناب محمود میاں نجمی

عالمِ انسانیت پر رب کا بیش بہا انعام اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآنِ کریم کا نزول ماہِ رمضان میں فرمایا، اس نسبت سے رمضان اور قرآن میں گہرا تعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ترجمہ: ”رمضان وہ مہینہ ہے، جس میں قرآن نازل کیا گیا۔“ (البقرہ)

سورۃ القدر میں اللہ رب العزت فرماتا ہے کہ: ”ہم نے اس کا نزول لیلۃ القدر میں کیا۔“

لہٰذا رمضان اور قرآن کا آپس میں گہرا تعلق ہونا ایک قدرتی امر ہے۔ یوں تو سارا سال تلاوتِ کلامِ پاک اور اس کے پیغام پر غور وفکر ہمارے روز کے معمولات کا لازمی جزو ہونا چاہیے، لیکن رمضان المبارک میں تلاوتِ کلام پاک کے فیوض وبرکات کا کوئی حساب ہی نہیں ہے۔ یہ ان بابرکت شب و روز میں صاحب ایمان کا سب سے بہترین وظیفہ ہے۔ حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق، قرآن کے ہر حرف کو پڑھنے سے دس نیکیاں ملتی ہیں اور رمضان کے دوران ہر نیکی کا ثواب 70 گنا بڑھ جاتا ہے۔ مشہور مفسرِ قرآن، امام فخر الدین رازیؒ فرماتے ہیں کہ: ”قرآنِ کریم تمام آسمانی صحیفوں کا خلاصہ اور نچوڑ ہے، اس لیے قرآن کریم پر ایمان لانا تمام آسمانی صحیفوں پر ایمان لانے کے مترادف ہے اور قرآن کا انکار، تمام الہامی کتابوں کا انکار ہے۔“ (تفسیر کبیر)

تاریخِ نزولِ قرآن: مفتی محمد شفیعؒ، معارف القرآن میں تحریر فرماتے ہیں: ”قرآن، ازل سے لوحِ محفوظ میں موجود ہے۔ اللہ قرآن میں فرماتا ہے: (ترجمہ) ”بلکہ یہ قرآنِ مجید ہے، لوحِ محفوظ میں۔“ پھر لوحِ محفوظ سے اس کا نزول دو مرتبہ ہوا۔ ایک مرتبہ یہ پورا کا پورا آسمانِ دنیا کے بیت العزت (بیت المعمور) میں نازل کردیا گیا۔ بیت العزت کو بیت المعمور بھی کہتے ہیں، یہ کعبۃ اللہ کے محاذات میں آسمان پر فرشتوں کی عبادت گاہ ہے۔ یہ نزول، لیلۃ القدر میں ہوا۔ قرآن کریم کو پہلی مرتبہ آسمانِ دنیا پر نازل کرنے کی حکمت امام ابوشامہؒ نے یہ بیان کی ہے کہ اس سے قرآن کریم کی رفعتِ شان کو ظاہر کرنا مقصود تھا اور ملائکہ کو یہ بات بتانی تھی کہ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی آخری کتاب ہے، جو اہلِ زمین کی ہدایت کے لیے اتاری جانے والی ہے۔

شیخ زرقانیؒ نے یہ نکتہ بھی بیان کیا ہے کہ ”اس طرح دو مرتبہ اتارنے سے یہ بھی بتانا مقصود تھا کہ یہ کتاب ہر شک و شبے سے بالاتر ہے اور آنحضرت ﷺ کے قلبِ مبارک کے علاوہ یہ دو جگہ اور بھی محفوظ ہے۔ ایک لوحِ محفوظ میں اور دوسرے بیت العزت میں۔“ (مناہل العرفان)

قرآن کریم کا دوسرا تدریجی نزول حضرت محمد ﷺ کے قلبِ مبارک پر اس وقت ہوا، جب آپ کی عمرِ مبارک 40 برس تھی، اس نزول کی ابتدا لیلۃ القدر میں اور تکمیل 23 برس میں ہوئی۔ ضرورت و حالات کی مناسبت سے آیاتِ قرآنی نازل ہوتی رہیں۔ (تفسیر ابن جریر)

رسول اللہ ﷺ کو عطا کیے گئے معجزات میں سے قرآن مجید آپ کا سب سے بڑا اور قیامت تک محفوظ رہنے والا معجزہ ہے، جس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لیا ہے۔ اللہ رب العزت قرآن میں فرماتا ہے: ترجمہ: ”بے شک یہ (کتاب) نصیحت ہم نے اتاری ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔“ (سورۃ الحجر)

اسلام سے پہلے دیگر امتوں پر نازل کی گئی آسمانی کتابوں اور صحیفوں میں ان کے ماننے والوں نے اپنی مرضی اور منشا سے ردّ وبدل کرلیا، لیکن یہ منفرد شرف قرآن ہی کو حاصل ہے کہ ساڑھے چودہ سو سال گزر جانے کے باوجود، اس کے زیر، زبر اور پیش میں بھی کوئی کمی بیشی نہ کرسکا۔ آج دنیا بھر میں لاکھوں حفاظِ کرام ہیں کہ جن کے سینوں میں قرآن مجید اپنی اصل حالت میں محفوظ ہے۔ آج بھی دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب، قرآنِ کریم ہے، جس کا دنیا کی بیش تر زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ قرآن پاک کی سورۂ ابراہیم میں اللہ فرماتا

ہے:''یہ کتاب ہے، جسے ہم نے آپ ﷺ کی طرف نازل کیا ہے، تاکہ آپ ﷺ لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لائیں۔''

قرآنِ مجید کے پانچ حقوق:

دراصل قرآنِ کریم وہ نورِ ہدایت ہے، جو بنی نوع انسان کو کفر وشرک کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان وہدایت کی روشنی کی طرف گامزن کرتا ہے اور ایسی راہ دکھاتا ہے، جو روشن بھی ہے اور واضح بھی۔ یہ بھٹکے ہوئے لوگوں کو صراطِ مستقیم پر لا کر دین کا سچّا راستہ دکھاتا ہے۔ حضورِ اکرم ﷺ کا ارشاد ہے''اللہ تعالیٰ ہر امّت کو ایک شرف عطا کرتا ہے، اس امّت کے لیے سب سے بڑا شرف اور سب سے بڑا سرمایۂ افتخار قرآنِ کریم ہے۔''

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ''میں نے حضور ﷺ سے درخواست کی کہ مجھے کچھ وصیت فرمائیں، تو حضور ﷺ نے فرمایا ''تقویٰ کا اہتمام کرو کہ یہ تمام امور کی جڑ ہے۔'' میں نے عرض کیا''اس کے ساتھ کچھ اور بھی ارشاد فرمائیں، تو حضور ﷺ نے فرمایا:''تلاوتِ قرآن کا اہتمام کرو کہ یہ دنیا میں نور اور آخرت میں ذخیرہ ہے۔''(صحیح ابنِ حبان)

قرآنِ پاک کی تلاوت کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ اس کی تلاوت ٹھہر ٹھہر کر کی جائے۔ ارشادِ ربّانی ہے''قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو۔'' حضرت عثمان بن عفانؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا''تم میں بہترین وہ ہے، جس نے (خود) قرآن سیکھا اور اسے (دوسروں کو) سکھایا۔''(صحیح بخاری)

ایک اور حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا:''میری طرف سے اسے لوگوں تک پہنچاؤ، خواہ وہ ایک آیت ہی ہو۔''

حضرت ابنِ عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''جس شخص کے سینے میں قرآن کا کوئی حصّہ نہیں، وہ اجڑے ہوئے گھر کی مانند ہے۔''(ترمذی)

حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''اے لوگو! میں تمہارے درمیان وہ چیز چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر اسے مضبوطی سے تھامے رہو گے، تو کبھی بھی گم راہ نہیں ہوگے، اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنّت۔'' علماء نے قرآنی آیات اور احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں قرآنِ مجید کے پانچ حقوق بیان کیے ہیں: (1) قرآن پر ایمان فرض ہے۔ (2) ایمان کا تقاضا ہے کہ قرآن کی تلاوت کی جائے۔ (3) قرآن پاک، ہدایت وعمل کی کتاب ہے۔ اس کے احکامات پر عمل کیا جائے۔ (4) تدبّر وتفکر، قرآن پاک کے معنیٰ ومطالب پر غور وخوض۔ (5) تعلیم وتبلیغ، قرآن سیکھیں اور سکھائیں۔

ہر شعبۂ زندگی سے متعلق رہنما اصول:

قرآنِ مجید قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے واحد ذریعۂ ہدایت ونجات ہے۔ انسانیت کی فوز وفلاح اور آخرت کی نجات کا دارومدار کتاب اللہ سے وابستگی ہی میں ہے۔ ایمانیات، عبادات، معاملات، اخلاقیات، معاشرت، معاشیات، سائنس و سیاسیات، ایجادات ومشاہدات، علمیات وعملیات غرض ہر شعبۂ زندگی سے متعلق رہنما اصول، اس مقدس کتابِ الٰہی میں موجود ہیں۔ یہ بنی نوع انسان کے لیے خوش گوار اور کام یاب زندگی گزارنے کا ایک مکمل دستورِ حیات، ایک مفصّل منشور، ایک بھرپور مینوئل اور ایک بہترین عملی دستاویز ہے۔ کل کائنات کے اسرار ورموز، چاہے وہ زیرِ آب اللہ کی نشانیاں ہوں یا زیرِ زمین پوشیدہ ذخائر، چاہے وہ آسمانوں کے معاملات ہوں یا دیگر مخلوقات کے واقعات، غرض یہ عجائبات وکمالات سے بھری وہ علم وعمل والی کتاب ہے کہ جس کے ایک ایک لفظ میں حکمت وبصیرت پوشیدہ ہے۔ دنیا ختم ہوجائے گی، لیکن قرآن کے عجائبات ختم نہ ہوں گے۔ جب بھی سائنسی، ارتقائی عمل کے ذریعے مشاہدات سامنے آتے رہیں گے، قرآن کے کمالات عیاں ہوتے رہیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ جب بھی دنیا میں کوئی چیز ایجاد ہوتی ہے، اہلِ علم پکار اٹھتے ہیں کہ اس کا ذکر تو قرآن میں موجود ہے۔ اللہ قرآن میں فرماتا ہے''اور ہم نے تم پر یہ کتاب نازل کی ہے، جو (ارشادات) لوگوں پر نازل ہوئے ہیں، وہ ان پر ظاہر کردو، تاکہ وہ غور

ABDULLAH SATTAR DINA
& Sons Jewellers
عبداللہ ستار ڈینا اینڈ سنز جیولرز
Gold, Silvers, Sellers & Order Suppliers
Shop: 85, Kundan Street, Sarafa Bazar,
Mithader, Karachi. Phone :32514972, 32531133

کریں۔(سورۃ النحل)

تدبّر وتفکّر، مسلمانوں پر قرآن کا بہت بڑا حق ہے۔حضور ﷺ نے جب قرآن کی تعلیم عام کی اور لوگ اس کے احکامات پر عمل کرنے لگے، تو چشمِ فلک نے حیرت انگیز انقلاب دیکھا۔ قرآن کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوکر کفر وشرک کے تاریک ماحول اور دورِ جاہلیت میں پروان چڑھنے والے عرب، دنیا کے امام بن گئے۔عرب کی ایک چھوٹی سی بستی، مدینے سے پھوٹنے والی روشنی نے ساری دنیا کو روشن کر دیا۔نبی کے نام لیوا کائنات کے حکمران بن گئے، پھر جب تک مسلمان قرآنی تعلیمات پر عمل پیرا رہے، دنیا کی سربراہی کا تاج ان کے سروں پر سجا رہا، لیکن جب مسلمانوں نے قرآنی تعلیم کو پسِ پشت ڈال دیا، تو زوال وپستی ان کا مقدر بن گئے۔

لیلۃ القدر: نزولِ قرآن اور نزولِ ملائکہ کی بابرکت شب:

صحابیِ رسول، حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں: ’’جب رمضان آیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ’’تمہارے اوپر ایک مہینہ ایسا آیا ہے، جس میں ایک رات (لیلۃ القدر) ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ جو شخص اس رات سے محروم رہا، گویا وہ ہر بھلائی سے محروم رہا اور اس کی سعادت سے صرف بدنصیب ہی محروم کیا جاسکتا ہے۔‘‘(ابن ماجہ)

لیلۃ القدر کی اہمیت وفضیلت اور قدر و منزلت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ رب العزت نے اپنی مقدّس کتاب، قرآن کریم میں پوری ایک سورت نازل فرماکر اس کے وقار وعظمت پر ہمیشہ کے لیے مہرِ تصدیق ثبت فرما دی۔اللہ تعالیٰ نے سورۃ القدر میں ارشاد فرمایا:

’’بے شک ہم نے اس (قرآن) کو لیلۃ القدر میں نازل کیا اور تمہیں کیا معلوم کہ لیلۃ القدر کیا ہے؟ لیلۃ القدر ہزار مہینے سے بہتر ہے۔اس میں روح الامین اور فرشتے ہر کام کے (انتظام کے) لیے اپنے پروردگار کے حکم سے اترتے ہیں اور یہ رات طلوعِ صبح تک (امان اور) سلامتی ہے۔‘‘

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ: ’’لیلۃ القدر میں زمین پر بے حساب فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ان کے نزول کے بعد آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔‘‘ قدر کے معنی عظمت وبزرگی کے ہیں۔اسے لیلۃ القدر کہنے کی وجہ اس رات کی قدرومنزلت اور عظمت و بزرگی ہے۔حضرت ابوبکر ورّاق تحریر کرتے ہیں ’’اسے لیلۃ القدر (شب قدر) اس وجہ سے کہا گیا کہ جس آدمی کی اس سے پہلے اپنی بداعمالیوں کے سبب کوئی قدروقیمت نہ تھی، اس رات میں توبہ و استغفار اور عبادت کے ذریعے وہ بھی صاحبِ قدروشرف بن جاتا ہے۔‘‘

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ: ’’رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری دس دنوں کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔‘‘ (صحیح بخاری)

حضرت عائشہؓ سے ایک اور روایت ہے: ’’میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! اگر میں شبِ قدر کو پالوں، تو اس میں کیا دعا مانگوں۔‘‘ آپ ﷺ نے فرمایا ’’یہ دعا مانگنا‘‘ ’’اَللّٰھُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي‘‘ ترجمہ: ’’اے اللہ! تو معاف کرنے والا ہے اور معافی کو پسند کرتا ہے، لہٰذا تو مجھے معاف فرمادے۔‘‘ (ترمذی، مشکوٰۃ)

حضرت عبادہ بن صامتؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے تاکہ ہمیں شبِ قدر کی اطلاع فرمادیں، مگر دو مسلمانوں میں جھگڑا ہورہا تھا۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اس لیے آیا تھا کہ تمہیں شبِ قدر کے بارے میں آگاہ کردوں، مگر فلاں فلاں شخص میں جھگڑا ہورہا تھا، جس کی وجہ سے اسے مخفی کردیا گیا (پوشیدہ رکھ دیا گیا) اور اس کی تعیین (مخصوص کرنا) اٹھالی گئی، کیا بعید کہ یہ اٹھالینا اللہ تعالیٰ کے علم میں بہتر ہو، لہٰذا اب اسے طاق راتوں میں تلاش کرو۔‘‘ علماء فرماتے ہیں کہ ’’اس کے ظاہر نہ کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ میرے بندے زیادہ سے زیادہ راتوں میں میری عبادت کرکے مجھ سے اپنے تعلق کو مضبوط کرلیں اور میں ہر فضیلت والی رات، ان کی شب بیداریوں میں کی گئی عبادات کے عوض دنیا اور آخرت میں وہ کچھ عطا کردوں، جس کا ان کے اذہان میں تصوّر بھی نہ ہو۔اگر اللہ تعالیٰ ’’شبِ برأت‘‘ کی طرح شبِ قدر کا بھی تعیّن فرمادیتا، تو عموماً عام مسلمان صرف ایک ہی رات کو فضیلت والی رات سمجھ کر عبادت کرتے، لیکن اللہ نے اس رات کے ظہور کے لیے پانچ راتیں مقرر فرماکر مسلمانوں کے جذبۂ تجسّس و تلاش، عبادت و ریاضت اور جستجو وشوق کو دوچند کردیا اور اپنی رحمتوں کے جوش مارتے سمندر کی وسعتوں کو بڑھا دیا۔شوقِ شبِ قدر میں رمضان کی ان طاق راتوں میں اکثر مساجد میں محافلِ شبینہ منعقد ہوتی ہیں۔ ان ایمان افروز، روح پرور اجتماعات میں کیف و سرور کی لذّتوں سے سرشار، حفّاظِ کرام کی مسحور کن تلاوت، جسم وروح کو منور وشاداں کردیتی ہے۔

عقیدتوں سے نہال، محبتوں کے لازوال جذبوں سے مالا مال صاحبِ ایمان دعاؤں بھری جھولیاں پھیلائے، کانپتے ہاتھوں، لرزتے ہونٹوں، اشک بار آنکھوں کے ساتھ ماضی سے شرم سار، حال پر نادم اپنے رب کے حضور عجز و انکساری کی تصویر بنے معافی کے خواست گار نظر آتے ہیں، جب کہ خواتین گھروں پر شب بیداری کر کے اپنے رب کو راضی کرتی ہیں۔ روایت میں ہے کہ اس رات ملائکہ کی تخلیق ہوئی۔ اسی رات جنّت میں درخت لگائے گئے۔ اسی رات حضرت عیسیٰؑ آسمان پر اٹھائے گئے اور اسی رات بنی اسرائیل کی توبہ قبول ہوئی اور یہی وہ رحمتوں والی رات ہے کہ جس میں بندے کی زبان وقلب سے نکلی دعا اللہ جل شانہ کی بارگاہ میں قبول ومقبول ہوتی ہے۔ اسی بابرکت رات میں اللہ رب العزت غروبِ آفتاب سے لے کر صبحِ صادق تک آسمان دنیا پر اپنے حاجت مند بندوں کا منتظر رہتا ہے اور فرشتوں سے اعلان کرواتا ہے کہ ”کوئی ہے، جو مجھ سے مانگے اور میں اسے عطا کروں۔“ گویا، ہم تو مائل بہ کرم ہیں..... کوئی سائل ہی نہیں۔

اللہ تعالیٰ اس ایک رات میں جس قدر انعام واکرام کی بارش فرماتا ہے، اس کی کوئی حد ہی نہیں ہے۔ اللہ کے کرم کا ذرا تصور تو کیجیے کہ ایک رات کا ثواب ایک ہزار مہینوں (یعنی 83 سال 4 مہینے) کے ثواب سے بھی زیادہ اور پھر اس کا اجر دینے کے لیے بھی ربِ کائنات، خود آسمان دنیا پر موجود ہے۔ مساجد کی پرنور محافل ہوں یا گھروں کا کوئی تاریک گوشہ، اللہ کے حضور اٹھنے والے ہاتھ، لبوں سے نکلا ہر دعائیہ کلمہ، آنکھ سے ٹپکا ہر آنسو، ربِ کائنات کے حضور پیش کیا جارہا ہے۔ فرشتے مانگنے والوں کو تلاش کرتے پھر رہے ہیں، لیکن ہم میں سے اکثریت ان مقدّس راتوں میں کہاں ہوتی ہے؟ ذرا سوچیے، نظریں دوڑایئے، شاید ان میں ہم اور ہمارے اہلِ خانہ بھی شامل ہوں۔ رات کے پہلے پہر سے صبحِ صادق تک شاپنگ مالز اور بازاروں میں عوام کا اژدحام ہے۔ ایک ہی تو کمائی اور منافعے کا مہینہ ہے اور اصل خرید و فروخت ہی آخری عشرے میں ہوتی ہے، لیکن ان اسباب کے باوجود اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ ”تم ہی غالب رہو گے، اگر تم مومن ہو۔“ ماہِ صیام کے چند بابرکت ایّام اور چند رحمتوں والی راتیں ابھی باقی ہیں، جن میں 27ویں شب بھی ہے۔ جس کی فضیلت سے سب واقف ہیں۔ ان آنے والے روز وشب اور ساعتوں کو غنیمت جانیے۔ انہیں یادِ الٰہی اور توبہ و استغفار میں گزاریں۔ رب کو راضی کریں، یاد رکھیں، رب راضی تو سب راضی۔ اپنے جسم و روح کو عبادت کی لذّت سے آشنا کریں، تاکہ ماہِ رمضان کے بعد بھی حبِّ الٰہی اور عشقِ مصطفیٰ ﷺ سے یہ آشنائی دنیا اور آخرت میں کامیابی کا پیش خیمہ ثابت ہو۔

27 رمضان المبارک اور قیامِ پاکستان:

مدینہ منورہ کے بعد اسلامی جمہوریہ پاکستان کو دنیا کی پہلی اسلامی نظریاتی ریاست ہونے کا اعزاز حاصل ہے، جو 27/ رمضان المبارک کی بابرکت رات کو طویل ترین جدوجہد، بے پناہ قربانیوں اور لاکھوں شہیدوں کے خون کے نتیجے میں وجود میں آیا۔ پاکستان اللہ کا بہت بڑا انعام ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ مملکتِ خداداد، اسلامی جمہوریہ پاکستان سے محبت کریں، اس کی حفاظت کریں اور رمضان المبارک کی ان بابرکت ساعتوں میں اس کی خوش حالی اور ترقی کے لیے دعاگو ہوں۔ ☆☆

بقیہ:.... قرآن کریم اور انسانی سماج

یہ ہمارے جامعات اور دینی مراکز و مدارس کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس نبوی انقلاب کو تحقیق و ریسرچ کا موضوع بنائیں اور اس کے سینکڑوں تاریخی اور سماجی پہلوؤں کو پوری دنیا کے سامنے اجاگر کریں اور خاص طور پر مسلمانوں کی نئی نسل کو اس سے متعارف کرائیں۔ گفتگو کے آخر میں اس بات پر غور وفکر کی دعوت دینا چاہوں گا کہ آج ہم دنیا بھر کے مسلمانوں کو جائزہ لینا چاہیے کہ ہم کہاں کھڑے ہیں؟ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب صفا پہاڑی پر کھڑے ہو کر اپنے مشن کا آغاز کیا تھا اور جب آپ نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنی جدوجہد کے کامیاب ہوجانے کا اعلان فرمایا تھا۔ ہم ان دونوں میں سے کس مقام پر کھڑے ہیں؟ یہ سوال میرے لیے، آپ کے لیے اور دنیا بھر کے مسلمانوں کے لیے ہے۔ اور اگر یہ بات ہماری سمجھ میں آجائے کہ ہم اس وقت حجۃ الوداع کے ماحول میں تو بہر حال نہیں ہیں بلکہ صفا پہاڑی کے اعلان والے ماحول سے زیادہ قریب ہیں تو پھر قرآن کریم کا پیغام آج ہمارے لیے یہی ہے کہ ہم اس سماجی انقلاب کے لیے پھر سے محنت کریں جو ہمیں اس معاشرتی ماحول سے دوبارہ روشناس کرا دے جو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم ہاتھ میں لے کر ربع صدی کی محنت سے قائم کیا تھا۔ یہی قرآن کریم کا پیغام ہے اور یہی جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت واسوہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ بات سمجھنے کی توفیق سے نوازیں، آمین یارب العالمین۔

جمعۃ الوداع اور قضائے عمری

مولانا مفتی محمد راشد ڈسکوی

رمضان المبارک کی ہر ہر ساعت بے انتہاء قیمتی ہے، پھر ایام رمضان میں سے آخری پورا عشرہ زیادہ اہمیت کا حامل ہے، لیکن اس سے ہٹ کر عوام الناس میں رمضان المبارک کے آخری جمعہ کے حوالے سے ایک جداگانہ اور منفرد تصور پایا جاتا ہے، اور اس جمعہ کو ’’جمعۃ الوداع‘‘ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

کیا جمعۃ الوداع کی کوئی خصوصیت ہے؟

جمعہ کا دن تمام دنوں کا سردار ہے، اس لیے اسے سید الایام (تمام دنوں کا سردار) کہا جاتا ہے اور رمضان کا مہینہ تمام مہینوں سے زیادہ فضیلت اور برکت والا ہے، اس لیے اسے بجا طور پر سید الشہور (تمام مہینوں کا سردار) کہا گیا ہے۔ پھر رمضان کے ابتدائی عشرے میں رحمت کی جو برسات شروع ہوتی ہے، آخری عشرے میں اس کی گھٹائیں جھوم جھوم کر برسنے لگتی ہیں اور رحمت کی جھڑی سی لگ جاتی ہے۔

یہ بات بھی ٹھیک ہے کہ جمعہ کے دن کی مستقل خصوصی فضیلتیں ہیں، جو احادیث سے ثابت ہیں، اور وہ عام دنوں کی نہیں ہیں، اور رمضان المبارک چونکہ خود بھی برکت اور دعا کی قبولیت والا مہینہ ہے، اس لیے اس ماہ مبارک کے یوم جمعہ میں برکت اور قبولیت کی توقع عام جمعوں کی بنسبت اور بھی زیادہ ہے۔

اس دن کی اہمیت اور خصوصیت دوسرے دنوں کے مقابلے میں اس لحاظ سے بھی یقیناً زیادہ ہے کہ اس کے بعد آئندہ رمضان تک برکتوں والا جمعہ نصیب نہیں ہوگا، کہ جمعہ کا دن جب رمضان میں اور خصوصاً اس کے آخری عشرے میں آئے تو اس میں کئی فضیلتیں اکٹھی ہوجاتی ہیں، اور یوں رمضان کے جمعہ کی اہمیت بڑھ جاتی ہے، اس لحاظ سے اس کی اہمیت محسوس کرنی چاہیے، لیکن اس کے علاوہ اس دن کے روزے کی کوئی خاص فضیلت شریعت سے ثابت نہیں ہے اور نہ ہی اس دن کوئی ایسی عبادت شریعت نے مقرر کی ہے جو عام دنوں میں نہ کی جاسکتی ہو، یا عام دنوں میں اس عبادت کا ثواب جمعۃ الوداع کے دن کی عبادت سے کم ہو۔ لہٰذا اس دن (یعنی: آخری جمعہ کو) جس قدر ہو سکے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنی چاہیے، اللہ جل جلالہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے، نوافل، ذکر، تسبیح یا تلاوت کی کثرت اس دن کی جائے، رمضان شریف کی برکت سے اس کا ثواب ان شاء اللہ زیادہ ملے گا۔ لیکن ان عبادات میں بھی کسی خاص طریقہ کو متعین نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ شریعت میں ایسا کچھ بھی صحیح اور مستند احادیث سے نہیں ملتا۔ حتی کہ اس جمعہ کا ’’جمعۃ الوداع‘‘ کا نام ہی عوام الناس کا رکھا ہوا نام ہے، یہ نام اس جمعہ کو شریعت کی طرف سے نہیں دیا گیا، اس لیے یہ عوام الناس کی بنائی ہوئی ایک خودساختہ اصطلاح ہے۔

جمعۃ الوداع میں کیے جانیوالے مخصوص کام:

اسی طرح مشہور ہے کہ کوئی شخص اگر جمعۃ الوداع کا روزہ رکھ لے تو اس کے پچھلے سارے روزے جو اس کے ذمہ میں باقی ہوں، معاف ہوجاتے ہیں، تو واضح رہے کہ رمضان المبارک کے آخری جمعہ کی ایسی کوئی خاص فضیلت نبی

ABS ESTD 1880 سو سال سے زائد بہترین خدمت
ABDULLAH Brothers Sonara
عبداللہ برادرز سونارا
Formerly: H. Elyas Sonara
Shop: NP 2/73, Bhangnari Street, Sarafa Bazar,
Mithader, Karachi. Ph:32546455, Cell: 0301-2352363

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی صحیح روایت میں منقول نہیں ہے، لہٰذا یہ نظریہ رکھنا کہ جمعۃ الوداع کا روزہ رکھنے سے پچھلے سارے قضاء روزے معاف ہوجاتے ہیں ایک جاہلانہ تصور ہے۔

ہندو پاک، بنگلہ دیش میں بالخصوص اور اس کے علاوہ دیگر ممالک میں بالعموم رمضان کے آخری جمعہ میں خطبہ کے دوران خطباء ایسے اشعار پڑھتے اور تقاریر کرتے ہیں جن میں رمضان کے گزر جانے پر افسوس کا اظہار کیا جاتا ہے۔ پھر ہر ایک جملہ یا دو جملوں کے بعد کہتے ہیں: ''الوداع الوداع''، یا کہتے ہیں: ''الفراق الفراق''، یا کہتے ہیں: ''الوداع الوداع اے شہر رمضان''، اور ان ہی جیسے دیگر الفاظ و جملے بھی سامنے آتے ہیں جبکہ اس طرح اظہارِ افسوس اور ان الفاظ اور احساسات کا اظہار نہ تو خلفائے راشدین کے دورِ خلافت یا اس کے بعد کے دور میں ملتا ہے، نہ متقدمین اور نہ ہی متاخرینِ محدثین وفقہاء کی کتابوں میں، لہٰذا اس طرح کے خطبے روکنے چاہئیں، کیونکہ رمضان کے گزرنے پر افسوس کا اظہار غیر مشروع ہے، روزے کا افطار (یعنی: تکمیل روزہ) تو خوشی کے اسباب میں سے ایک سبب ہے اور اس کی دلیل حضرت ابوہریرہؓ کی روایت کردہ وہ حدیث مبارکہ ہے جس میں اللہ کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''روزہ دار کو دو خوشیاں ملتی ہیں، ایک خوشی اس کو افطار کے وقت ہوتی ہے اور دوسری خوشی جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملے گا، اُس وقت اس کو ملے گی'' (بخاری)، اور عید الفطر کے دن نمازِ عید کی جو مشروعیت ہے، وہ رمضان کے روزے ختم ہونے اور اللہ عزوجل کے حکم کو بجا لانے کی خوشی کی وجہ سے ہے، تو پھر پریشان ہونے اور رمضان کا مہینہ گزرنے پر افسوس کا اظہار کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔

بعض جگہوں میں اس جمعہ کے لیے زیادہ ثواب کے اعتقاد پر دوسری بڑی مساجد کی طرف سفر کیا جاتا ہے، تو یہ بھی ایک خودساختہ خیال اور دین میں نئی چیز ہے جو قابل ترک ہے۔ ایسے سفر میں مزید بھی کئی قباحتیں ہیں جن کی وجہ سے بھی آخری جمعہ کا ایسا سفر اختیار نہیں کرنا چاہیے۔

جمعۃ الوداع میں قضائے عمری ادا کرنے کا حکم:

اسی طرح جمعۃ الوداع میں قضاء عمری کے نام سے بارہ رکعت با جماعت ادا کی جاتی ہیں، اس کا بھی شریعت میں کوئی ثبوت نہیں۔ یہ بے اصل ہے اور پھر باجماعت ادا کرنا بھی ناجائز ہے۔ فقہ کی مشہور کتاب ردالمحتار میں ہے کہ امام صاحب رحمہ اللہ کی طرف اسے منسوب کرنا صحیح نہیں ہے، فخر الاسلام اور قاضی خان رحمہما اللہ سے اس کی کراہت منقول ہے، لہٰذا اس کو چھوڑنا لازم ہے۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ اپنی کتاب ''الموضوعات الکبریٰ'' میں لکھتے ہیں کہ یہ جو حدیث مشہور ہے'' کہ جو شخص ماہ رمضان کے آخری جمعہ میں ایک نماز قضاء عمری پڑھ لے تو یہ نماز اس کی سابقہ نمازوں کی طرف سے کافی ہوجائے گی چاہے وہ ستر سال کی ہی کیوں نہ ہوں''، قطعی طور پر باطل ہے، اس بات پر اجماع ہے کہ کوئی عبادت ایسی نہیں ہے جو اس کی فوت شدہ عبادات کے قائم مقام ہوجائے، چناں چہ ایسی منگھڑت حدیث اس کے مناقض ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

قضاء نمازوں کے احکام و مختصر مسائل:

اگر کسی بندے سے نمازیں چھوٹ جائیں تو اس پر دو باتیں لازم ہوتی ہیں، ایک تو اپنے اس فعل پر توبہ و استغفار کرے، اور دوسرا ان نمازوں کی قضاء کرے۔ اس کے لیے سب سے پہلے تو حساب کیا جائے کہ اس کے ذمہ کتنی نمازیں باقی ہیں، پھر ان کی ادائیگی کی ترتیب بنائی جائے۔ قضاء نماز؛ سوائے تین مکروہ اوقات کے ہر وقت پڑھی جا سکتی ہے، طلوعِ شمس، استواءِ شمس (یعنی: نصف النہار کا وقت) اور غروبِ شمس کے وقت نہیں پڑھ سکتے ہیں، اس کے علاوہ باقی کسی بھی وقت میں پڑھ سکتے ہیں۔

قضاء نماز پڑھتے وقت نیت یہ کر لی جائے کہ مثلاً: جتنی فجر کی نمازیں قضا ہوئی ہیں ان میں سے پہلی فجر کی نماز، یا آخری فجر کی نماز ادا کر رہا ہوں، یا مثلاً: جتنی ظہر کی نمازیں قضا ہوئی ہیں ان میں سے پہلی، یا آخری ظہر کی نماز ادا کر رہا ہوں۔

قضا نمازوں میں صرف فرض پڑھنے ہوتے ہیں، سنت نہیں، البتہ نمازِ وتر واجب ہے، اس لیے عشاء کی قضا کرتے ہوئے وتر کی قضا کرنا بھی لازم ہے۔

قضاء نمازوں، روزوں، زکاۃ اور حج وغیرہ کے تفصیلی مسائل مفتیان کرام سے معلوم کر لیے جائیں۔

☆☆ .... ☆☆

تعاون کی اپیل

عقیدہ ختم نبوت کی سربلندی، ناموس رسالت کے تحفظ اور فتنہ قادیانیت کی سرکوبی کے لیے

عطیات، صدقات اور زکوٰۃ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو دیجیے

تعارف عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ

☆ حضرت امیر شریعتؒ اور خواجہ خواجگان مولانا خواجہ خان محمدؒ کے ارشادات کی روشنی میں ہر قسم کے سیاسی مناقشات سے بالاتر ہوکر تبلیغ دین خصوصاً عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ کرنے والی مذہبی جماعت ہے۔ الحمدللہ!

☆ اللہ رب العزت کے فضل وکرم سے مجلس کو پاکستان اور بیرون پاکستان قادیانیت کے محاذ پر کامیابی نصیب ہوئی۔

☆ آئینی طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ قانوناً قادیانیوں کو شعائر اسلام کے استعمال سے روک دیا گیا۔

☆ یورپین ممالک میں تبلیغ اسلام اور قادیانیوں کی ارتدادی سرگرمیوں کے رد میں مراکز قائم کئے گئے۔

☆ برطانیہ میں سالانہ ختم نبوت کانفرنس کا اہتمام...... چناب نگر میں سالانہ ختم نبوت کانفرنس کا انعقاد۔

☆ چناب نگر میں سالانہ رد قادیانیت کورس ...... چناب نگر میں ایک سالہ ختم نبوت تخصص کورس۔

☆ قادیانیت کے ہمہ وقت تعاقب کے لیے 40 مبلغین 30 تبلیغی مراکز اور دفاتر 8 شعبہ ہائے تعلیم القرآن۔

☆ چناب نگر شعبہ کتب...... شعبہ میٹرک، ایف اے ...... ماہنامہ لولاک ملتان...... ہفت روزہ ختم نبوت کراچی۔

☆ تحفہ قادیانیت 6 جلدیں...... تحریک ختم نبوت 10 جلدیں...... محاسبہ قادیانیت 25 جلدیں

☆ اردو، انگریزی، عربی میں رد قادیانیت پر فری لٹریچر...... دیگر رد قادیانیت پر اہم کتب شائع شدہ۔

☆ انٹرنیٹ پر ماہنامہ لولاک...... ہفت روزہ ختم نبوت...... اور دیگر مجلس کی کتب دستیاب ہیں۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان

حضوری باغ روڈ، ملتان فون: 061-4783486

اکاؤنٹ نمبرز

1127-01010015785 مسلم کمرشل بینک ملتان

0038-01034640 یو بی ایل حرم گیٹ برانچ ملتان

اپیل کنندگان

پیر طریقت رہبر شریعت حافظ حضرۃ مولانا ولی کامل محمد ناصر الدین خان خاکوانی صاحب مدظلہ، امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ، نقشبندی مجددی

صاحبزادہ پیر طریقت مخدوم العلماء ولی ابن ولی حضرت مولانا خواجہ عزیز احمد صاحب حفظہ اللہ، نائب امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ

استاذ العلماء جانشین حضرت بنوریؒ حضرت مولانا سید سلیمان یوسف بنوری صاحب حفظہ اللہ، نائب امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ

حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری صاحب مدظلہ العالی، مرکزی ناظم اعلیٰ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ

علاقائی مراکز کے فون نمبرز

اسلام آباد 0334-5082180	راولپنڈی 0304-7520844	سیالکوٹ 0300-7442857	گوجرانوالہ 0302-5152137	لاہور 0300-4304277 0300-4918840	سرگودھا 0301-6361561	چناب نگر 0301-7972785 0301-6395200	جھنگ 0303-2453878	خانیوال 0301-7819466	چیچہ وطنی 0300-7832358	بہاولنگر 0333-6309355
بہاولپور 0300-6851586	میرپورخاص 0334-3463200	رحیم یار خان 0301-7659790	سکھر 0302-3623805	اوکاڑہ قصور 0300-6950984	فیصل آباد 0301-7224794	حیدرآباد 0300-8775697	شیخوپورہ 0300-5598612	کوئٹہ 2841995 0331-3064596	گجرات 0300-8032577	کراچی 32780337